خالد

دسمبر
1974

ماہنامہ

خالد

ربوہ

ایڈیٹر جمیل الرحمن رفیق

فیصلہ آپ خود کیجئے

محترم شبیر احمد صاحب بی ۔ اے

جو پڑھتے ہیں کلام اللہ وہ مسلم ہیں یا کافر ہیں
جنہیں عشق رسول اللہ وہ مسلم ہین یا کافر ہیں

سدا آباد رکھتے ہیں جو مسجد کو جبینوں سے
ہے جنکے دلمیں حب اللہ وہ مسلم ہیں یا کافر ہیں

کمال احترام ماہ رمضان جن کے دل میں ہے
جبینوں پر ہے نور اللہ وہ مسلم ہیں یا کافر ہیں

ذبیحہ دست مسلم کا ہی جائز جو سمجھتے ہیں
ہے قبلہ جن کا بیت اللہ وہ مسلم ہیں یا کافر ہیں

زکوۃ و حج بیت اللہ کی جنکو فکر رہتی ہے
جو باطن میں ولی اللہ وہ مسلم ہیں یا کافر ہیں

اذانیں گونجتی ہیں وادی تثلیث میں جن کی
عمل سے ہیں جو حزب اللہ وہ مسلم ہیں یا کافر ہیں

غرض آسان ہے شبیر اس کا فیصلہ کرنا
اگر دل میں خدا کا خوف ہو اور یاد ہو مرنا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اِسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں"

—— المسیح الموعودؑ ——

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

—— المصلح الموعودؓ ——

خالد

جلد ۲۱ | فتح ۱۳۵۳ ہش | شمارہ ۲

دسمبر ۱۹۷۴ء

ایڈیٹر

جمیل الرحمٰن رفیق (بی ایس سی)

فہرست

پبلشر: محمد شفیق قیصر

پرنٹر: سید عبدالحیٔ

مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔

مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ "خالد"

دارالصدر جنوبی۔ ربوہ

سالانہ چندہ

دس روپے

قیمت فی پرچہ —— ایک روپیہ

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دو مبارک تقریبات کا اجتماع

ہم اس سال کے آخری مہینہ فتح (دسمبر) میں داخل ہو چکے ہیں۔ یہ سال جماعت کے لئے ابتلاؤں اور آزمائشوں کا سال تھا جس میں جماعت نے جانی، مالی اور جذباتی قربانیاں خوشی خوشی پیش کیں مگر اپنے ایمان کو ذرہ برابر لغزش نہ آنے دی۔ ہر چند کہ ظلم و تشدد کی آندھیوں نے ایک طوفان برپا کر دیا تھا۔ مگر جماعت من حیث الجماعت ایک مضبوط چٹان کی طرح قائم و دائم رہی۔ اگر یہ جماعت من جانب اللہ نہ ہوتی بلکہ انسانی ہاتھ کا لگایا ہوا پودہ ہوتی۔ تو ہرگز ہرگز ان مصائب وشدائد کا پامردی اور صبر سے مقابلہ نہ کر سکتی۔ بلکہ جلد ہی تباہی و بربادی اس پر ڈیرے ڈال دیتی۔ لیکن گذشتہ حالات نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ خالق کون و مکان کے مقتدر ہاتھ کا لگایا ہوا شجرۂ مبارکہ ہے۔ جس کی صفت یہ ہے کہ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ۔

بفضلہٖ تعالیٰ

اس قربانیوں کے سال کا اختتام عید قربان پر ہو رہا ہے۔ اس ماہ کے آخری ہفتے میں عید الاضحیٰ کا مقدس دن آ رہا ہے۔ جو اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ سال جو اب ماضی ہوا چاہتا ہے بیشک ہمارے لئے ایسی قربانیوں کا سال تھا کہ جن کا تذکرہ سُن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ قربانیاں اپنے دامن میں ہمارے لئے لا انتہاء خوشیاں اور ترقیات کے سامان لئے ہوئے ہیں۔ جس طرح کہ عید قربان کے دن قربانیاں تو کی جاتی ہیں مگر ان کے ساتھ خوشی لازم و ملزوم کی طرح ہوتی ہے۔

امسال عید الاضحیٰ کے ایام میں ہی ہمارا سالانہ جلسہ بھی آ رہا ہے۔ اس طرح ایک رنگ میں گویا اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دوہری خوشیوں کے سامان کئے ہیں۔ ہمارے پیارے امام حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثالث نصرہ اللہ نصرًا مؤزرًا نے اپنے خطبہ میں امید ظاہر فرمائی ہے کہ امسال جلسہ سالانہ پر پہلے سے بڑھ چڑھ کر احباب شامل ہوں گے۔ پس احباب جماعت کے ساتھ خصوصیت سے خدام کو بھی کوشش کرنی چاہیئے اور ابھی سے تیاری مکمل کر لینی چاہیئے۔ تاکہ وہ پروانہ وار شمع خلافت کے گرد آسمانی نور سے منور ہونے کیلئے جمع ہو سکیں۔

ہمارا یہ جلسہ عام دنیوی میلوں کی طرح نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے مامور کے بابرکت ہاتھوں سے اس کی ابتداء ہوئی تھی۔ ہر ایک جو اس مقدس اجتماع میں شریک ہونے کی خواہش رکھتا ہے اس کے لئے واجب ہے کہ صدق نیت سے یہ سفر اختیار کرے۔ اور حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان دعاؤں کا وارث ہو جو حضور نے جلسہ سالانہ میں شرکت کرنے والوں کے حق میں کی ہیں۔ حضورؑ دعا گو ہیں:-

"ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں، خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو۔ اور ان کو اجرِ عظیم بخشے۔ اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے۔ اور ان کے ہم و غم کو دُور فرمائے۔ اور ان کو ہر تکلیف سے مخلصی عنایت کرے۔ اور ان کی مرادات کی راہیں ان پر کھول دیوے۔ اور روزِ آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل اور رحم ہے۔ اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا! اے ذوالمجد والعطاء! اور اے رحیم اور مشکلکشا! یہ تمام دعائیں قبول کر۔ اور ہمیں اپنے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین۔"

(اشتہار ۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء)

ہم بامقصد لوگ ہیں

(مرسلہ:- مکرم طارق احمد صاحب بٹ - کراچی)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ ۱۹۵۳ء کے فسادات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

"گذشتہ ایام میں جو فسادات ہوئے ان کے متعلق جہاں تک گورنمنٹ کا نقطہ نگاہ ہے۔ وہ محسوس کرتے تھے کہ انتہاء درجہ کے فسادات جو کسی ملک میں رُونما ہو سکتے ہیں وہ یہاں پیدا ہو گئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود لاکھوں کی جماعت میں سے صرف پندرہ سولہ آدمی تھے جنہوں نے کمزوری دکھائی اور جب انکوائری کمیٹی بیٹھی، تو آئی۔ جی یا چیف سیکرٹری کا بیان تھا کہ ہمارے علم میں صرف ایک شخص ایسا ہے جو ابھی تک واپس نہیں ہوا۔ باقی سب جماعت احمدیہ میں شامل ہو چکے ہیں۔ اور دراصل حقیقت تو یہ ہے کہ اب سارے ہی واپس آچکے ہیں۔ سوائے ایک دو کے جو پہلے ہی احمدیت سے منحرف تھے اور خواہ مخواہ ان کو اس لسٹ میں شامل کر لیا گیا تھا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ جانتے تھے کہ ہم صحیح مقصد کے لئے کام کر رہے ہیں صرف ان کے دل کی کمزوری یا بزدلی تھی جس کی وجہ سے عارضی طور پر ان کا قدم لڑکھڑا گیا۔ بلکہ گوجرانوالہ میں تو ایک لطیفہ ہو گیا ـــــ ایک احمدی جو کمزور دل تھا۔ اس پر مخالفین نے دباؤ ڈالا۔ تو اس نے کہدیا کہ میں مرزائیت سے توبہ کرتا ہوں۔ وہ بڈھا آدمی تھا اس نے سمجھا کہ دل میں تو میں مانتا ہوں۔ اگر مُنہ سے میں نے کچھ کہدیا۔ تو کیا ہوا؟ بہرحال لوگ اس خوشی میں لوٹ گئے اور انہوں نے نعرے مارنے شروع کر دیئے۔ کہ ہم نے فلاں مرزائی سے توبہ کروالی ہے۔ مسجد کے امام کو بھی اس کی خبر ہوئی۔ وہ ہوشیار آدمی تھا۔ اس نے پوچھا تمہیں کس طرح پتہ لگا ہے کہ اس نے مرزائیت سے توبہ کر لی ہے۔ انہوں نے کہا ہمارے سامنے اس نے کہا ہے۔ کہ "میں مرزائیت سے توبہ کرتا ہوں" ـــــ وہ کہنے لگا۔ اس نے تم کو دھوکا دیا ہے۔ اب وہ گھر میں بیٹھا استغفار کر رہا ہوگا۔ تم پھر اس کے پاس جاؤ۔ اور اس سے کہو کہ ہم تمہاری توبہ ماننے کے لئے تیار نہیں۔ جب تک تم یہاں آکر ہمارے پیچھے نماز نہ پڑھو ـــــ چنانچہ پھر ہجوم اس کے گھر پہنچا اور کہا کہ ہم اس طرح تمہاری توبہ نہیں مانتے تم چلو اور مسجد میں ہمارے ساتھ نماز پڑھو ـــــ وہ چونکہ دل میں ایمان رکھتا تھا اور صرف کمزوری کی وجہ سے اس نے مُنہ سے توبہ کی تھی۔ اس لئے جب دوبارہ ہجوم اس کے پاس پہنچا تو خدا نے اسے عقل دے دی۔ اور کہنے لگا۔ کہ دیکھو بھئی!

جب میں مرزائی تھا تو نمازیں پڑھا کرتا تھا شراب سے بچتا تھا۔ کنچنیوں کے ناچ گانے میں نہیں جایا کرتا تھا۔ جب تم آئے اور تم نے کہا توبہ کرو۔ تو میں بڑا خوش ہوا۔ کہ مجھے ان مصیبتوں سے نجات ملی۔ پس میں نے تو اس خیال سے توبہ کی تھی۔ کہ مجھے اب نمازیں نہیں پڑھنی پڑیں گی۔ شراب پیوں گا۔ اور کنچنیوں کے ناچ گانے میں شامل ہوا کروں گا۔ کیونکہ یہ پابندیاں مجھ پر مرزائی ہونے کی حالت میں تھیں۔ مرزائیت سے توبہ کرکے یہ سب مصیبتیں جاتی رہیں۔ مگر تم اِدھر مجھ سے توبہ کرواتے ہو۔ اور اُدھر وہی کام کرواتے ہو جو مرزائی کیا کرتے ہیں۔ پھر یہ توبہ کیسی ہوئی — اس پر وہ شرمندہ ہو کر چلے گئے۔ اور انہوں نے سمجھ لیا کہ مولوی کی بات ٹھیک ہے۔ اس نے دل سے توبہ نہیں کی۔

"آخر یہ کیا چیز تھی جس نے اتنے فتنہ کے زمانہ میں اِکّا دُکّا احمدی کو بھی اپنی جگہ قائم رکھا اور جان و مال اور عزّت کے خطرہ کے باوجود ان کا قدم نہیں ڈگمگایا۔ اس کی وجہ یہی تھی۔ کہ وہ سمجھتے تھے ہم ایک مقصد کے پیچھے چل رہے ہیں اور یہ بے مقصد لوگ ہیں۔ ہم ان کی خاطر اپنے مقصد کو کس طرح چھوڑ دیں۔ اور اگر ہم چھوڑتے ہیں تو خائب و خاسر ہو جاتے ہیں۔ خدام الاحمدیہ کا قیام بھی اسی مقصد کے ماتحت کیا گیا ہے۔ کہ نوجوانوں میں اسلام کی رُوح کو زندہ رکھا جائے اور انہیں گرنے سے بچایا جائے — باغوں میں پھل لگتے ہیں تو اس میں انسانوں کا اختیار نہیں ہوتا۔ پھل لگتے ہیں اور بے تحاشا لگتے ہیں مگر خدا لگاتا ہے — انسانوں کا اختیار اس وقت شروع ہوتا ہے۔ جب وہ ان کے پھلوں کو گرنے سے بچاتا ہے یا اس امر کی نگہداشت کرتا ہے کہ اسے جانور نہ کھا جائیں یا بچّے نہ توڑ لیں، یا کیڑے اس باغ کو خراب نہ کر دیں۔ اور یہ حفاظت اور نگہداشت اس کی خوبی ہوتی ہے۔ جہاں تک پھلوں کا سوال ہے۔ اس کا لگانا خدا کے اختیار میں ہے لیکن جہاں تک ان پھلوں کی حفاظت کا سوال ہے وہ انسان کے اختیار میں ہے لیکن بیوقوف اور نادان باغبان پھلوں کی حفاظت نہیں کرتا اور وہ ضائع ہو جاتے ہیں"

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ
خطبہ۔ فرمودہ ۱۲ر دسمبر ۱۹۵۴ء)

اعلان

ماہِ نومبر اور دسمبر ۱۹۷۴ء کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "لیکچر لاہور" خدام کے مطالعہ کیلئے مقرر کی جاتی ہے۔ تمام قائدین اضلاع و مقامی اس کتاب کو مرکز سے بذریعہ وی۔ پی۔ پی حاصل کرکے خدام میں تقسیم فرما دیں۔ اور ہر ماہ کے آخر میں امتحان لیکر نتیجہ سے مرکز کو مطلع فرماویں ایک کتاب کی قیمت سوا روپیہ ہوگی۔ (مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

بُھولے بھٹکے بشر اِدھر آجا

(محترم محمّد صدّیق صاحب امرتسری مبلّغ سلسلہ)

آ بتائیں تجھے کہ کیا ہیں ہم
جاں نثارانِ میرزا ہیں ہم

احمدی ہیں بفضلِ ربِّ رحیم
شاہِ بطحاؐ کی خاکِ پا ہیں ہم

پاک و ہندوستان ہی میں نہیں
ساری دُنیا میں جابجا ہیں ہم

خاتم الانبیاءؐ ہے جس کا لقب
اس کے دربار کے گدا ہیں ہم

کام اپنا ہے دین کی تبلیغ
حق پرست و حق آشنا ہیں ہم

کفر و باطل کو دے رہے ہیں شکست
مُوسئے وقت کا عصاء ہیں ہم

ہے نہاں ہم میں اک نئی دُنیا
نئی دھرتی نیا سما ہیں ہم

مقصدِ زندگی ہے خدمتِ خلق
کشتیٔ دیں کے ناخدا ہیں ہم

جن سے قوموں نے برکتیں پالیں
وہ غلامانِ مصطفےٰ ہیں ہم

گلشنوں کا نکھار ہیں ہم لوگ
اھلِ ایمان و اتقا ہیں ہم

آزما لے وہ جس کا جی چاہے
مظہرِ شانِ کبریا ہیں ہم

صاف گوئی ہمارا شیوہ ہے
مثلِ آئینہ باصفا ہیں ہم

مژدۂ آمدِ امامِ زماں!
دے رہے سب کو برملا ہیں ہم

ظلمتیں جس سے مٹتی جاتی ہیں
شمعِ احمدؐ کی وہ ضیا ہیں ہم

اُمّتی ہیں رسُولؐ رحمت کے
اھلِ عالم کے مقتدا ہیں ہم

ہے زباں پر وُہی جو دل میں ہے
صاف طینت ہیں، بے ریا ہیں ہم

جس کو قرآن سے محبّت ہے
اس پہ سَو جان سے فدا ہیں ہم

بُھولے بھٹکے بشر اِدھر آجا
تیرے ہر درد کی دَوا ہیں ہم

نورِ حق سے ہُوا جو نور فشاں
وہ ضیا بار آئینہ ہیں ہم

شاہِ یثرب کے فیض سے صدّیق
خاک ہو کر بھی کیمیا ہیں ہم

(از نغماتِ صدّیق)

محترم عبد القادر صاحب ضیا لاہور

نصاریٰ کی کثرت کے متعلق

مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی

(۱)

ایک دفعہ صادق و مصدوق صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابیؓ کو یہ بتایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جبتک نصاریٰ روم یعنی یورپین عیسائیوں کی اکثریت دنیا میں نہ ہو جائے آپؐ کی وفات کے بعد جب یہ حدیث اس صحابیؓ نے اور لوگوں کو سُنائی تو حضرت عمرو ابن العاصؓ نے حیرت کا اظہار کیا۔ اور کہا: آپ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کیسی باتیں روایت کرتے ہیں؟ اس صحابیؓ نے کہا کہ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا جو میں نے سُنا ہے، وہی بیان کرتا ہوں، جب حضرت عمرو بن العاصؓ کو یقین ہو گیا کہ بات سچی ہے اور زبانِ نبوی سے نکلی ہوئی ہے تو انہوں نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو، نصاریٰ میں پانچ خصلتیں ایسی ہیں جن کے باعث دنیا میں سب سے زیادہ اکثریت حاصل کر لیں گے۔ (وہ مصیبت میں سب لوگوں سے زیادہ بُردبار ہیں، (۲) اور مصیبت کے بعد سب سے جلدی اپنے آپ کو درست کر لیتے ہیں، اور بھاگنے کے بعد سب سے پہلے پھر حملہ کرتے ہیں، اور مسکین، یتیم اور ضعیف کے لئے سب سے بہتر ہیں اور ایک پانچویں خصلت ہے جو نہایت عمدہ ہے کہ وہ لوگوں پر سے بادشاہوں کے ظلم کو روکتے ہیں (اور رعیت کو تباہ نہیں ہونے دیتے)

اس حدیث کے راوی مُستورِدْ قرشی ہیں، یہ حدیث مسلم شریف میں "کتاب الفتن واشراط الساعۃ" میں آئی ہے۔ زمانہ نبویؐ میں رومن ایمپائر ایک قانون کے تابع حکومت تھی۔ اس میں بعض خوبیاں تھیں جن کا ذکر حدیث میں ہے۔ مولانا وحید الزماں نے صحیح مسلم کا ترجمہ اور تفسیر کی ہے۔ اس حدیث پر آپ نے مندرجہ ذیل نوٹ دیئے ہیں:-

"نصاریٰ کے بادشاہ رعیت کو تباہ نہیں کرنے پاتے کیونکہ قانون کے تابع ہیں۔ انہی خصلتوں کی وجہ نصاریٰ بہت بڑھ گئے اور ان کی تعداد دنیا میں روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ جب نصاریٰ میں یہ صفات ہوں، مسلمانوں میں ان سے زیادہ صفات ہونے چاہئیں۔ اس لئے کہ مسلمان دینِ حق پر ہیں اور نصاریٰ سے زیادہ جنت کے طالب ہیں اس حدیث سے مسلمانوں کو سبق لینا چاہیئے، اور غریب اور یتیم اور مساکین کی خبر گیری کرنی چاہیئے مصیبت کے وقت صبر، شکر اور استقلال لازم ہے۔"

(صحیح مسلم اردو ترجمہ، جلد ششم صفحہ ۳۷۴ و ۳۷۵)

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے سکھوں کی ظالمانہ حکومت

اور کھلی بربریت کے بالمقابل جب انگریزوں کی قانونی حکومت
کی تعریف کی تو لوگوں نے شور مچا دیا کہ یہ انگریزوں کے
خوشامدی ہیں۔ انہوں نے یہ نہ سوچا کہ حدیث شریف میں
نصاریٰ کی انہی صفات کا ذکر ہے جن کا بیان حضرت بانیٔ
سلسلہ عالیہ احمدیہ نے برملا طور پر کیا ہے۔ ہر قوم میں کچھ
خوبیاں ہوتی ہیں جن کے باعث انہیں ایک لمبے عرصہ تک
حکومت کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ اور کچھ برائیاں ہوتی ہیں
جو کہ انہیں بالآخر لے ڈوبتی ہیں۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ
نے خوبیوں کا اقرار کیا اور برائیوں کے متعلق فرمایا۔ کہ یورپ
میں فسق و فجور اتنا بڑھ گیا ہے کہ یورپ کی حالت بالطبع
عذاب کی مستحق ہو چکی ہے۔" آپ نے ملکہ وکٹوریہ کو تحفہ
قیصریہ" میں اسلام کا پیغام دیا، ان کی حکومت کی خوبیاں
بیان کیں اور ان کے مذہب یعنی بگڑی ہوئی عیسائیت
کا ابطال کیا۔ اس میں بھلا خوشامد والی کونسی بات ہے
ہمارے مخالفوں کو مذکورہ حدیث اور اس کی شرح کے پیشِ نظر
ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیئے۔ یہ امر بھی قابلِ غور ہے
کہ جس شخص نے یہ ثابت کیا کہ المسیح الدجال سے مراد
پادری ہیں وہ بھلا اس قوم کی خوشامد کیوں کرے گا؟

—(۲)—

مذکورہ حدیث پر اب ہم ایک اور نقطۂ نظر سے غور
کرتے ہیں۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ ایک غیر از جماعت
دوست جو کہ یورپ و امریکہ کے ممالک کی وسیع سیاحت
کر چکے ہیں، تشریف لائے۔ انہوں نے یہ سوال کیا کہ آخر
کیا وجہ ہے کہ مغربی اقوام میں برائیوں کے ساتھ ساتھ
اتنی اچھائیاں ہیں، جو بھی وہاں جاتا ہے واپس آنے کا
نام نہیں لیتا۔ اور جب واپس آتا ہے تو سخت گھٹن محسوس
کرتا ہے۔ اسلامی ممالک میں بعض اقدار مفقود ہیں جو کہ
یورپ اور امریکہ کے معاشرہ میں ہمیں ملتی ہیں۔ مظلوم
کی مدد کے لئے وہ لپک کر آتے ہیں، راہگیر کی خدمت ان
کا طرۂ امتیاز ہے، سچ بولتے ہیں، پورا تولتے ہیں،
رشوت ناپید ہے، ہر قانونی سہولت میسّر ہے آسانیاں
ہی آسانیاں ہیں، کسی شخص کو یہ مفادات حاصل کرنے
میں کوفت محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن اسلامی ممالک میں
جو معاشرہ ہے وہاں معاملہ برعکس ہے۔ ہر خیر، نعمت اور
آسانی کو حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے برابر ہے۔ میں
نے اس غیر از جماعت دوست کو "صحیح مسلم" کی مندرجہ بالا
حدیث کی طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ آج سے چودہ سو سال
قبل ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ
نے اس سوال کا جواب دے دیا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ
مسلمانوں کی خوبیاں یورپ نے لے لیں اور وہ ترقی کر گئے
اور یورپ والی برائیاں مسلمانوں نے لے لی ہیں اور وہ
ادبار میں چلے گئے۔

بات سیدھی سادی ہے جب تک ہم اپنے اندر
وہ خوبیاں پیدا نہیں کریں گے جن کے باعث معاشرہ میں
خوشحالی پیدا ہوتی ہے، اس وقت تک ہمیں وہ فرق
محسوس ہوتا رہے گا۔ جو کہ اسلامی ممالک اور یورپ و امریکہ
کی سیاحت کے بعد لوگوں کو ہوتا ہے۔ ایک مثال قابلِ
غور ہے:۔

جماعت احمدیہ نے افریقہ میں تبلیغ اسلام کے ساتھ
جو خدمتِ خلق کا کام کیا ہے، ہسپتال کھولے ہیں، سکول

بنائے ہیں، روحانیت کو عام کیا ہے۔ ان کے ثمرات آپ کے سامنے ہیں۔ اگر اسلامی ممالک تبلیغ اسلام اور خدمتِ خلق کا بیڑا اٹھالیں۔ مشنری روح اور جذبہ پیدا کریں، تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ مغائرت اور فرق نظر آئے جس کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ اور اچھائیاں پیدا نہ ہوں۔ بہر کیف یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ مخبرِ صادق صلے اللہ علیہ وسلم آج سے چودہ سو سال قبل یہ بتا گئے کہ یورپین عیسائیوں کی اکثریت ہو جائیگی قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی، جب تک کہ نصاریٰ تعداد میں بہت بڑھ نہ جائیں۔ حدیث میں قیامت کے لئے "الساعۃ" کا لفظ ہے، اس سے مراد قیامت بھی ہے اور مسلمانوں کے زوال کی گھڑی بھی، مراد یہ ہے کہ جب مسلمان زوال پذیر ہوں گے تو عیسائی اقوام میں بیداری پیدا ہوگی، اور وہ اپنے اندر خوبیاں پیدا کریں گے، اپنی تعداد کو اتنا بڑھالیں گے کہ ساری دنیا پر چھا جائیں گے۔ آپ نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ بالآخر مسیح موعود آکر صلیبی مذہب کو توڑ دے گا۔ اسلام اپنا گمشدہ سرمایہ واپس لے لیگا، اور پھر اسلام کا غلبہ ساری دنیا میں ہو جائے گا۔

آج غلبۂ اسلام کی عالمگیر مہم جماعت احمدیہ چلا رہی ہے ہمارے مخبر نے ناکامی نہیں۔ انشاء اللہ یہ مہم جماعت احمدیہ کے ہاتھوں کامیاب ہوگی اور دنیا میں اسلام کا بول بالا ہوگا۔

تبصرہ

"نغماتِ صدّیق" از جناب مولانا محمد صدّیق صاحب امرتسری۔ ایم۔ اے۔

صفحات ۲۲۲ سائز ۲۲×۱۸/۸ کتابت طباعت عمدہ۔ ناشر محمد لطیف انور امرتسری

قیمت عام جلد چھ روپے۔ عمدہ جلد سات روپے

"نغماتِ صدّیق" جناب مولانا محمد صدّیق صاحب کا مجموعہ کلام ہے جو پہلی مرتبہ کتابی صورت میں شائع ہوا ہے۔ مولانا موصوف کی یہ تمام نظمیں اور غزلیں سلسلہ کے اخبارات اور رسائل میں بکھری ہوئی تھیں بعض دوستوں کی تحریک پر آپ نے انہیں کتابی شکل میں جمع کر کے باذوق احباب کے لئے عمدہ مطالعہ کا سامان فراہم کیا ہے۔ مولانا موصوف کہنہ مشق شاعر ہونے کے علاوہ بنیادی طور پر مبلغ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک لمبا عرصہ مختلف ممالک میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ آپ کا کلام جاذب اور دلکش ہے۔ روانی، سلاست، سادگی اور آسان پسندی کی وجہ سے جماعت کے سبھی طبقوں میں مقبول ہے۔ مضامین اکثر تبلیغی اخلاقی اور احمدیت کی روح سے معمور ہیں۔

مولانا نے ذہنِ رسا کے ساتھ دل درد آشنا بھی پایا ہے اس لئے آپ کے کلام سے متانت اور تاثیر نمایاں ہے۔ اور اس مجموعہ کی قریباً تمام نظمیں اور غزلیں متانت، سنجیدگی اور شاعرانہ خصوصیات کا نمونہ ہیں۔

مولانا کا یہ مجموعہ احمدی نوجوانوں اور بچوں کی روحانی تربیت کے لئے ایک عمدہ مأخذ ہے۔ اس لئے خدام اور اطفال کو ان پاکیزہ اور دینی نظموں کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے۔

مجموعہ کے آخر میں آپ نے اپنے والد محترم جناب میاں نور محمد صاحب صحابی کا پنجابی منظوم کلام بھی شامل کر دیا ہے۔ جو پنجابی شعروں سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے جاذب اور دینی روح کو ابھارنے کا موجب ہے۔

(الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ سے حاصل کریں)

نہ کرو

(جناب نسیم سیفی صاحب)

اپنی یادوں کو مرے دل کے حوالے نہ کرو
میرے غم خانے میں اس طرح اُجالے نہ کرو

مجھ کو سمجھاؤ کہ فرقت کا سلیقہ کیا ہے
صرف اتنا نہ کہو مجھ سے کہ نالے نہ کرو

یُوں نہ بدلو مری آزاد ضمیری کا مزاج
اب مرے دل کے ورق اَور بھی کالے نہ کرو

بند رہنے دو مرے گھر کے سبھی روزن و در
صاف، دیوار سے اُلجھے ہوئے جالے نہ کرو

خشک ہو جائے ندامت سے نہ پھولوں کا لہو
اپنے چہرے سے گلستاں میں اُجالے نہ کرو

کون سمجھے گا نسیمؔ آج کی دُنیا میں تمہیں
کوئی انداز بھی چاہت کے نرالے نہ کرو

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ

(محترم شبیر احمد صاحب۔ واقف زندگی ربوہ)

ماہ اکتوبر کے آخری دو ہفتوں میں خاکسار کو بعض شہروں میں جانے کا موقع ملا۔ جن بھائیوں کو مالی و جانی نقصانات برداشت کرنے پڑے ۔ درد بھرے دل کے ساتھ ان سے ملاقاتیں کیں۔ یہ دیکھکر میرے ایمان میں تازگی اور غیر معمولی اضافہ ہوا کہ ہر ستم زدہ احمدی بھائی کا چہرہ متبسم تھا زبان پر صبر و شکر کے کلمات تھے اور مرکز سے آمدہ مہمان کو انتہائی خندہ پیشانی اور صدق دل سے اَھْلاً وَّ سَھْلاً وَّ مَرْحَبًا کہتے تھے ایک طرف جلے ہوئے مکان لُٹی ہوئی دکانیں عزتوں اور نفوس کی قربانی اور دوسری طرف ان کے متبسم چہرے اور ایمان کی پختگی اور زبان پر کلمات صبر و شکر مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری کرنے کا موجب ہوئے۔ اگر صدق دل سے دیکھا جائے اور غور کیا جائے تو احمدیوں کی یہی ایمان افروز کیفیت اس امر کی ایک کافی دلیل ہے کہ وہ ایک ایسی جماعت سے منسلک ہیں اور ایک ایسے پاکیزہ ہاتھ پر جمع ہیں۔ جس کا براہ راست اللہ تعالےٰ سے تعلق ہے۔

ہر ستم رسیدہ کی زبان پر "الحمدللہ۔ ایمان سلامت رہا" کا فقرہ کتنے عظیم الشان اور مضبوط ایمان کا آئینہ دار ہے۔ ہمارے موجودہ امام عالی مقام نے ایک موقعہ پر کیا خوب فرمایا تھا کہ "ہر احمدی سونا ہے" آج اس سونے کو دنیا نے آگ میں ڈال کر دیکھ لیا کہ وہ کندن بن کر اور دمکنے لگا۔ جیسا کہ سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ نے فرمایا تھا۔ ؏

"جب سونا آگ میں پڑتا ہے تو کندن بن کے نکلتا ہے"

جماعت کا بزرگ حصّہ تو بزرگ ہی ہے نوجوان طبقہ میں بھی بزرگی کا رنگ آگیا ہے۔ چنانچہ بندہ نے جماعت کے نوجوان طبقہ یعنی خدام الاحمدیہ کو بھی ایسے ہی ایمان کی مضبوط چٹان پر پایا جیسے کہ بزرگ حصہ کو۔

گوجرانوالہ اور شیخوپورہ میں نوجوانوں نے کہا۔ کہ قرآن مجید میں سابقہ انبیاء کے واقعات پڑھا کرتے تھے تو ان کی اتنی وضاحت سے سمجھ نہ آتی تھی جس قدر کہ اب حالیہ واقعات کے بعد عمدگی اور وضاحت کے ساتھ سمجھ آگئی ہے۔ گجرات میں ایک نوجوان نے کہا کہ جب ہم زیر تشدد تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہمیں خدا کے گھر میں خدا کی عبادت سے بھی محروم کر دیا جائے گا تو میں نے بڑے درد دل سے دعائیں شروع کیں۔

" اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار
اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار"

اس طرح ذکر الٰہی کرتا تھا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اطمینان قلب نصیب ہو گیا۔ بفضل خدا مسجد بھی ہمارے قبضہ میں رہی۔

سرگودھا اور لاہور میں نوجوانوں نے کہا کہ یہ آگیں اور گولیاں ہمارے حوصلے کس طرح پست کر سکتی ہیں جب ہم اللہ تعالےٰ کی پناہ میں ہیں۔

سیالکوٹ اور راولپنڈی میں نوجوانوں نے کہا ہمارا

سہارا محض اللہ تعالیٰ کی ذات پر رہا۔ اسی کے حضور دُعائیں کرتے رہے اور ان مصائب نے ہمیں مرعوب کرنے کے بجائے ہمارے ایمانوں میں غیر معمولی اضافہ کر دیا۔ الحمد للہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی متعدد پیشگوئیاں پوری ہوتی ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کے ماتحت نہ معلوم یہ سلسلہ کب تک چلے گا بہرحال ہم اس کی رضا پر راضی ہیں اور انشاء اللہ تازیست اس راہ پر گامزن رہیں گے۔ وما توفیقنا الا باللہ العلی العظیم۔

بہرحال موجودہ ابتلاؤں نے قرآن مجید کی بیان فرمودہ اس حقیقت کو از سرِ نو تازہ کر دکھایا ہے کہ بفضلِ خدا احمدی مرد و زن بوڑھے اور کم عمر سبھی ان خصوصیات کے حامل ہیں جو اس آیت کریمہ میں مذکور ہیں:-

الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

یہ وہ ہیں جنہیں لوگوں نے کہا تھا کہ لوگوں نے تمہارے خلاف لشکر جمع کیا ہے اس لئے تم ان سے ڈرو۔ تو اس بات نے ان کے ایمان کو اور بھی بڑھا دیا۔ اور انہوں نے کہا ہمارے لئے اللہ کی ذات کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔

قیادت ضلع گوجرانوالہ کی مساعی

قیادت مجلس خدام الاحمدیہ ضلع گوجرانوالہ کے زیر اہتمام میلہ بھڑی شاہ رحمان میں مورخہ ۲۲ر مئی تا ۲۴ر مئی تبلیغی و تصویری نمائش لگائی گئی۔ جس میں ضلع کے ساٹھ خدام نے شرکت کی اور دو خدام پچپن میل کا سفر کر کے نمائش میں شامل ہوئے۔

۱۵۰ فٹ کے پنڈال میں یہ نمائش لگائی گئی۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام، آپ کے خلفاء کی بڑے سائز کی دلکش تصاویر مع مختصر تعارف آویزاں کی گئیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے دورہ یورپ کی تصاویر۔ بیرون ممالک میں جماعت کی مساجد ہسپتالوں اور اسکولوں کی تصاویر اور احمدی مبلغین کی تصاویر نہایت خوبصورتی سے سجائی گئی تھیں۔ یہ تصاویر اکثر چارٹس پر لگائی گئیں۔ اس کے علاوہ جماعت احمدیہ کی طرف سے غیر زبانوں میں شائع کردہ تراجم قرآن بھی نمائش کئے گئے۔ اسی طرح بڑے بڑے بینرز پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات لکھ کر لگائے گئے۔ مخالفت کے باوجود غیر از جماعت احباب نمائش میں جوق در جوق تشریف لاتے رہے۔ اور سنجیدہ طبقہ کے احباب جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں سے بےحد متأثر ہوئے۔ ہمارے مربیان و معلمین نمائش میں تشریف لانے والوں کو تصاویر کا تعارف کراتے رہے۔ تبلیغی اعتبار سے یہ نمائش نہایت کامیاب رہی۔

(مرسلہ:۔ مکرم منور احمد صاحب طاہر حیدرآباد سندھ)

خودکار مشینیں (کمپیوٹرز) ہماری روزمرہ زندگی کا ایک لازمی جزو بن چکی ہیں۔ اور ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ ان مشینوں کی ایجاد کا مقصد انسانی محنت اور وقت کی بچت کرنا ہے اور تجربہ شاہد ہے کہ ان مشینوں نے فی الواقع بڑی اہم ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں۔ ان کے استعمال میں اضافے کے باعث دنیا ایک نئے صنعتی انقلاب سے دوچار ہے۔ یہ اعداد و شمار جمع کرنے، انہیں ترتیب دینے، حساب کتاب کرنے اور کئی دوسرے کام کرنے میں استعمال ہوتی ہیں۔ وہ کام جن کے لئے پہلے مہینے بلکہ برس لگتے تھے یہ مشینیں چند لمحوں میں کر دکھاتی ہیں۔ اور پھر ان سے غلطی سرزد ہونے کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ اس کا اندازہ اس مثال سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ بوسٹن یونیورسٹی کے پروفیسر جی۔ ایس ہاکنز نے ایک قدیم عمارت کا عہد تعمیر معلوم کرنے کے لئے کمپیوٹر سے مدد لی تو اس نے ایک منٹ میں ساری تفاصیل مہیا کر دیں۔ وہ بصورت دیگر ساٹھ برس میں بھی حاصل نہ ہو سکتی تھیں کمپیوٹرز نہ صرف محنت بچاتے ہیں۔ بلکہ ایسے ایسے کام بھی کر دکھاتے ہیں۔ جن کی تکمیل کے لئے ایک عمر چاہیئے۔ یہ کمپیوٹرز تجارت، صنعت، طیاروں، ریلوں، گودیوں، ٹریفک، انجینئرنگ، منڈیوں کے اتار چڑھاؤ اور سرمایہ کاری سے متعلق معلومات کی فراہمی، منصوبہ بندی شماریات، حتیٰ کہ نئے کمپیوٹرز بنانے میں بھی عام استعمال ہونے لگے ہیں۔ کھیتی باڑی، سائنسی معلومات کے تجزیئے اور جرائم کی تفتیش کے سلسلہ میں بھی ان سے مدد لی جانے لگی ہے۔ جنگ کی صورت میں انہیں دشمن کی چالیں سمجھنے، حملے کا منصوبہ بنانے، دفاعی انتظامات کرنے غرض تمام امور کے لئے بروئے کار لانے کا قوی امکان ہے۔ اور جیسا کہ قرائن سے ظاہر ہے کہ خدانخواستہ اگر تیسری عالمی جنگ چھڑی تو یہ جنگ اصلاً یہی کمپیوٹر ہی لڑیں گے۔ اور اگر کوئی بچا بھی تو یہی کمپیوٹرز ہی ہوں گے۔ اب ایسے کمپیوٹر بھی بن گئے ہیں۔ جو مختلف کھیل بڑی خوبی سے کھیلتے ہیں۔ کمپیوٹرز ایک زبان کا دوسری زبان میں ترجمہ کر لیتے ہیں۔ روسی سائنسدانوں نے جو کمپیوٹر بنایا ہے، وہ تحریر پڑھتا ہے (اور اسے بریل کوڈ میں منتقل کر سکتا ہے)، اگر قواعد مقرر ہو جائیں تو کمپیوٹر بڑا کام انجام دے سکتے ہیں۔ اس خیال کے پیش نظر یہ توقع کی جاتی ہے۔ کہ آئندہ مختلف امراض کی تشخیص اور نفسیاتی تجزیئے کے لئے مشینی انسان ہی سے مدد لی جایا کریگی۔ فنون لطیفہ کے باب میں ان مشینوں نے جو خدمت انجام دی ہے۔ وہ یہ کہ مختلف قدیم دستاویزوں اور نوادر کا عہد ہی متعین نہیں کیا۔ بلکہ ان میں سے اصل و نقل کو بھی الگ الگ کر دکھایا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے۔ کہ

اب کمپیوٹر کو صرف گانا ہی نہیں سکھایا جا رہا بلکہ "موسیقار کمپیوٹر" بھی تیار کئے جا رہے ہیں۔ مشہور ریاضی دان رابرٹ وینز کا کہنا ہے کہ انسان کو سب سے بڑا خطرہ اپنی ہی بنائی ہوئی مشینوں سے ہے۔ عین ممکن ہے کہ "مشینی انسان" اور دوسری "تعلیم یافتہ مشینیں" کسی روز انسان کے قابو سے باہر ہو جائیں۔ انہوں نے یہ نظریہ مسترد کر دیا ہے کہ مشینیں کبھی کامل نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ اصل صورت یہ ہے کہ مشینیں اپنے بنانے والوں کی فکری حدود سے باہر نکل سکتی ہیں حساب کتاب کرنے والی عام مشین ہی کو لیجئے۔ وہ انسان کی نسبت کہیں تیزی اور محنت سے اپنا فرض انجام دیتی ہے۔ انسانی حرکات و سکنات کی سست رفتاری کے سبب سے ان مشینوں کو قابو میں رکھنا مشکل ہو جائیگا مزید ترقی پانے کے بعد وہ اقتصادی معاملات میں بھی عمل دخل حاصل کر لیں گی۔ اور جب ایک بار انسان نے انہیں کام پر لگا دیا تو یہ عین ممکن ہے کہ یہ ضرورت سے زیادہ ترقی یافتہ مشینیں انسان کو یہ معلوم ہونے سے قبل کہ وہ کیا کر رہی ہیں، اسے تباہی کے کنارے تک پہنچا دیں۔ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ بٹن دبا کر جنگ کرنے کا طریقہ اتنا سریع اور پیچیدہ ہو جائے گا کہ صرف مشینیں ہی اسے برت سکیں گی۔

کینٹ یونیورسٹی (کنٹربری) کی الیکٹرانکس لیبارٹری میں ایک نئی وضع کا کمپیوٹر بنایا جا رہا ہے جو مروجہ کمپیوٹروں سے اس لحاظ سے مختلف ہے کہ یہ سیکھنے اور اکتساب کرنے کی اہلیت سے متصف ہوگا۔ کمپیوٹروں کو ہر قسم کی معلومات فراہم کی جاتی ہیں، وہ ان معلومات کی بناء پر نتائج مرتب کرتے ہیں۔ لیکن مجوزہ کمپیوٹر انسانی دماغ کے مماثل ہوگا۔ وہ مسائل کا فہم و ادراک حاصل کرے گا، ان پر غور و فکر کریگا اور پھر نتائج مرتب کریگا۔ اس ضمن میں اس کرین ڈرائیور کی مثال پیش کی جا سکتی ہے جو کسی ماہر ڈرائیور سے کرین چلانا سیکھتا ہے، پھر جب مہارت حاصل کر لیتا ہے تو متعلقہ فرائض از خود ادا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ نیا کمپیوٹر بھی اسی طرح ہنر سیکھے گا اور پھر آزادانہ اظہار کرے گا کرین ڈرائیور کے لئے ضروری ہے کہ اسے کرین کی پوزیشن، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی جانے والی چیزوں کے وزن، اور دیگر ضروری کوائف معلوم ہوں، وہ یہ کوائف جاننے کے لئے لمس، بصارت اور سماعت سے کام لیتا ہے۔ کمپیوٹر کو یہ معلومات "برقی پیمائشوں" کے ذریعے فراہم ہوں گی۔ اور پھر اس کے عمل و حرکت کا وسیلہ بنیں گی۔ اس پیچیدہ عمل میں کمپیوٹر کلی طور پر آزاد ہوگا اسے اپنی قوت حسیہ سے کام لینے اور اسے عمل کے قالب میں ڈھالنے کا اختیار ہوگا۔ اس کمپیوٹر کا ایک اضافی کام یہ بھی ہوگا۔ کہ وہ تفویض شدہ فرض کی انجام دہی کے دوران تمام مراحل کی تفصیلات لکھتا جائے گا۔ یوں جو گوشوارہ مرتب ہوگا وہ ایسی خودکار مشینوں کے چلانے میں کام آئے گا۔ جو فہم و ادراک اور آزاد عمل و حرکت کی اہلیت نہیں رکھتی ہوں گی۔ ظاہر ہے کہ ایسی مشینیں کم خرچ اور کم وقت میں بنائی جا سکتی ہیں۔ نیا کمپیوٹر ڈاک کی تقسیم سے لے کر ایکس رے فلموں کے تجزیہ تک مختلف النوع فرائض انجام دے سکے گا۔ پھر یہ کمپیوٹر خودکار کنٹرول کے باب میں بھی نہایت مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہ

جیٹ طیاروں سے لیکر مصنوعی اعضاء تک کو کنٹرول کر سکے گا۔
جدید کمپیوٹر کا "اکتسابی سیل" مائیکرو سرکٹ کا شاہکار ہے
یہ مختلف قسم کے فرائض نہایت منطقی طریقے سے انجام دیتا
ہے۔ یہ سیکھتا بھی ہے اور عمل کی صورت بھی متعین کرتا ہے
یہی نہیں بلکہ عمل کی مختلف صورتوں کو باہم مربوط اور ہم آہنگ
کرتا ہے۔ اب تک جو تجربات ہوئے ہیں، ان کی بنیاد پہ کہا
جا سکتا ہے کہ بعض حالات میں یہ کمپیوٹر اپنے عمل کی صحت
کے باب میں انسان کو پیچھے چھوڑ جائیگا۔ بہرحال جدید کمپیوٹر
اور انسانی دماغ میں ایک فرق ضرور ہے وہ یہ کہ ہم بٹن
دبا کر آناً فاناً معلوم کر سکتے ہیں کہ اس وقت کمپیوٹر کے
"ذہن" کی کیفیت کیا ہے؟ لیکن انسانی دماغ کے معاملہ میں
ایسا ممکن نہیں ہے۔ کوئی ایسا طریقہ ایجاد نہیں ہو سکا جس
سے انسانی دماغ میں موجودہ خیالات و تصورات کو پڑھا
جا سکے۔ البتہ ذہنی عوارض اور نفسیاتی الجھنوں کو کمپیوٹر
کے توسط سے حل کرنے میں مدد لی جا سکے گی۔ اس کمپیوٹر
کی ساخت کے ابتدائی مراحل کامیابی سے طے کئے جا چکے ہیں
اس لئے امید کی جا سکتی ہے کہ ایسے کمپیوٹر کی ایجاد دُور کی
بات نہیں۔ یہ کمپیوٹر مروجہ کمپیوٹروں کی نسبت چھ ہزار
گُنا زیادہ تیزی سے اپنے فرائض ادا کر سکے گا۔

(ماخوذ از عالمی معلومات)

شہد کی مکھی کے کاٹنے سے بچاؤ کیجئے!

شہد ایک بہت مفید شے ہے فیہ شفاء للناس۔ مگر
شہد کی مکھی کے کاٹنے سے بچاؤ کیجئے۔

ڈاکٹر ارنسٹ ہیبرمین (DR. ERNST HABERMANN)
کے نزدیک وسطی یورپ میں WASPS اور HORNETS بھڑوں
کی نسبت بھی شہد کی مکھی سب سے زیادہ خطرناک کاٹنے والی مکھی
ہے۔ زہریلے کیڑوں کے ۲۵ سالہ مطالعہ کے دوران انہیں
HORNET بھڑ کے کاٹنے سے کسی موت کے واقعہ ہونے کا علم نہیں
ہوا۔ ڈاکٹر موصوف کا دعویٰ ہے کہ HORNET بھڑ کا زہر شہد
کی مکھی کے کاٹنے سے کم خطرناک ہے۔ انہوں نے کہا کہ HORNET
بھڑ اتنے حملہ کرنے والے نہیں جتنا ان کے متعلق مشہور ہے۔

پروفیسر ہیبرمین کہتے ہیں کہ وسطی یورپ میں WASP بھڑ کے
کاٹنے سے شہد کی مکھی کے کاٹنے کی نسبت زیادہ موتیں واقع
ہوتی ہیں۔ اور یہ اس زہر (TOXIN) کی اس مخصوص
نوعیت کی وجہ سے ہے۔ کہ اس میں پروٹین پراڈکٹس
کی وافر مقدار الرجی پیدا کرتی ہے۔

جو اشخاص کاٹے جانے کے بعد مرتے ہیں۔ وہ خون
کے زہر کی وجہ سے نہیں مرتے بلکہ الرجی کے اس صدمہ
کی وجہ سے مرتے ہیں۔ جو مکھیوں کے کاٹنے سے پیدا ہوتا
ہے۔ یہ وہ افراد ہوتے ہیں جنہیں الرجی ہوتی ہے۔
وہ کہنیوں اور گھٹنوں میں جھلاہٹ محسوس کرتے ہیں۔
انہیں سانس کی تکلیف شروع ہو جاتی ہے۔ اور دوران
خون میں ناموافقت پیدا ہو جاتی ہے۔ فوری طور پر
اڈرینلین (ADRENALIN) کا انجکشن صدمہ کی
کیفیت کو دور کر سکتا ہے۔

(امین اللہ خانصاحب سالک)

محفلِ سوال و جواب

سوال:۔ تقدیر سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ تقدیر عربی لفظ ہے۔ قَدَّرَ یُقَدِّرُ تَقْدِیْرًا کے معنی ہیں کسی چیز کا اندازہ کرنا۔ کسی نتیجہ کو کسی قانون اور اندازہ کے مطابق معیّن کرنا۔ کسی امر کا کسی اندازے یا قانون کے مطابق فیصلہ کرنا۔ انگریزی میں اس کے لئے مترادف لفظ ہوگا To calculate, To Measure کیونکہ عربی میں مصدر بمعنی اسم مفعول بھی آتا ہے۔ اس لئے تقدیر کا لفظ امرِ مقدّر پر بھی بولا جائے گا۔ یعنی وہ امر جس کا کسی اندازہ یا قانونِ ظاہری و باطنی کے مطابق اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے کہ ان تدابیر ظاہری و باطنی کا آخری نتیجہ یہ پیدا کیا جائے گا۔ تقدیر کہلائے گا۔ کیونکہ آخری نتیجہ ظاہر کرنا اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے۔ کیونکہ وہی ان تمام اسباب و علل کا علم رکھتا ہے۔ جو کسی امر کے لئے بروئے کار لائے گئے یا لائے جائیں گے۔

انسان کے لئے خدا تعالیٰ نے نتائج حاصل کرنے کے لئے ظاہری و باطنی قوانین جاری کئے ہیں۔ ان اسباب و تدابیر ظاہری و باطنی کے مجموعی نتیجہ کو تقدیر کہتے ہیں۔ اگر ان اسباب و تدابیر میں تھوڑی بہت بھی کمی یا بیشی ہوگی تو تقدیر یعنی نتیجہ بدل جائے گا۔ ایسے نتائج یا تقدیروں کو تقدیر معلّق کہتے ہیں۔ ایک خاص امر کے سلسلہ میں انسان کے سر پر کئی تقادیر معلّق ہوتی ہیں۔ انسان اپنی ظاہری اور باطنی کوششوں اور تدابیر کے مطابق ان نتائج میں سے کسی ایک کو حاصل کر لیتا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت نواب محمد علی خانصاحبؓ کے صاحبزادے میاں عبدالرحیم صاحب خالد بیمار ہوئے۔ حضرت حکیم الامت مولانا نورالدینؓ جیسے طبیب۔ ظاہری تدبیر و علاج کر رہے تھے۔ خدا تعالیٰ کے ایک عظیم الشان نبی باطنی تدبیر یعنی دعا میں مصروف تھے مگر الہامِ الٰہی نے بتایا کہ ان دونوں تدابیر کا نتیجہ موت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو باریک الٰہی رازوں سے واقف تھے۔ کے مُنہ سے یہ الفاظ نکلے کہ اگر تدبیر و دعا دونوں قبیل ہیں تو مَیں شفاعت کرتا ہوں۔ اس وقت آپ بھول گئے کہ شفاعت۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہو سکتی ہے۔ اس پر آپ کو نہایت جلالی الہام ہوا۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔ حضور سہم گئے اور استغفار میں مصروف ہو گئے۔ پھر الہام ہوا۔ اِنَّکَ اَنْتَ الْمُجَازُ۔ اچھا تجھے اجازت دی جاتی ہے اب دیکھ لیں یقینی ہلاکت اور موت قطعی بھی درحقیقت ایک ایک تقدیر معلّق تھی۔ یہ تقدیر ظاہری اسباب و باطنی تدبیر یعنی دعا کے لحاظ سے تو مبرم تھی۔ یعنی ان ظاہری و باطنی تدابیر کا یقینی نتیجہ موت تھا لیکن جب ایک اور چیز یعنی ایک نبی کی شفاعت درمیان میں آگئی تو نتیجہ بدل گیا اور میاں عبدالرحیم صاحب خالد بفضلہ تعالیٰ اب تک

بقیدِ حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت دے۔

ہاں یاد رکھنا چاہیئے کہ علم الٰہی اور چیز ہے، تقدیرِ الٰہی اور چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے مگر وہ واقعات اور نتائج کے رونما ہونے میں مؤثر نہیں ہے خدا تعالیٰ کو شروع سے علم ہوتا ہے کہ انسان نے فلاں مقصد کے لئے فلاں فلاں ظاہری اور باطنی تدابیر کرنی ہیں۔ اور ان کا یہ نتیجہ نکالا جائے گا۔ بعض دفعہ انسانی تدابیر ظاہری و باطنی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اپنا فیصلہ اور ارادہ شامل ہوتا ہے اور وہ سب سے بڑھ کر نتائج پیدا کرنے میں مؤثر ہوتا ہے۔ علم الٰہی قدرت خداوندی کا ثبوت ہے بلکہ کوئی امر جو پیدا ہونے والا ہے وہ اس کے علم سے باہر نہیں ہے لیکن نتائج اس علم کی وجہ سے پیدا نہیں ہوتے۔

سوال:۔ اسلامی تعلیم کی رُو سے جہاد کب فرض ہوتا ہے؟

جواب:۔ اسلامی تعلیم میں کئی قسموں کے جہاد کا ذکر آتا ہے۔ (۱) جَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ۔ کہ اپنی جانوں اور مالوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خاص کوشش کرو۔ یہ جہاد ایک سچے مومن پر ہر حالت میں فرض ہے۔ ہر وہ محنت اور مشقت کا کام یا ہر وہ کشمکش جو خدا تعالیٰ کے حکم سے اور اس کی رضامندی کی خاطر کی جاتی ہے وہ جہاد ہے اور ہر وقت فرض ہے۔

(ب) شریعت نے جہاد کے لفظ کے ساتھ بعض اصطلاحیں بھی قائم کی ہیں۔ مثلاً

(۱) جہادِ اکبر۔ یعنی سب سے بڑا جہاد یہ اصلاح نفس کا جہاد ہے۔ یعنی احکام الٰہی کی چھری سے اپنے نفسِ سرکش کو ذبح کرنا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جہاد بالسیف سے جو ایک دفعہ واپس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا ہم سب سے چھوٹے جہاد سے واپس لوٹے ہیں سب سے بڑے جہاد کی طرف یہ جہادِ اکبر ہر وقت ہی فرض ہے۔

(۲) جہادِ کبیر۔ قرآن میں آتا ہے کہ جَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا۔ یعنی قرآن کریم کو ہاتھ میں لیکر دنیا میں اس کی تعلیم کو پھیلاؤ۔ اور تبلیغ کرو۔ یہ جہادِ کبیر ہے۔ یہ بھی ایک سچے مومن پر ہر وقت فرض ہے۔ اپنی اپنی طاقت اور سمجھ کے مطابق۔

(۳) جہادِ اصغر۔ یعنی سب سے چھوٹا جہاد۔ یہ جہاد بالسیف کا دوسرا نام ہے۔

عوام الناس عُرفاً اسے ہی جہاد کا نام دیتے ہیں۔ جس کی بعض موٹی موٹی شرائط یہ ہیں۔ اور یہ جہاد اسی وقت فرض ہوتا ہے جب یہ شرائط موجود ہوں:۔

اوّل۔ دشمن اسلام کی صداقت یا تعلیم کو مٹانے کے درپے ہو۔ اور یا اس کا حملہ مذہبِ اسلام کی دشمنی کی وجہ سے ہو۔ تو اس وقت دشمن کے جارحانہ حملے کے مقابلہ میں مدافعانہ جنگ کی جائے۔

دوم۔ یہ جہاد امام وقت کی زیرِ ہدایت اور زیر کمان لڑا جائے۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهٖ۔ امام ایک ڈھال ہے اور اس کے پیچھے رہ کر ہی مذہبی جنگ لڑی جا سکتی ہے۔ جبکہ امام وقت اللہ تعالیٰ کی منشاء کے تحت اعلانِ جہاد کرے۔

سوم۔ یہ جہاد دنیا میں مذہبی آزادی کو قائم کرنے کی خاطر اور مذہبی جبر و اکراہ اور ظلم کو مٹانے کی خاطر کیا جائے۔

اب جن جن جنگوں میں اوپر کی بیان کردہ شرائط پوری

ہوتی ہیں وہ مذہبی جہاد قرار پائیں گی۔

سوال: کیا ابلیس شیطان تھا؟ آدمی تھا یا غیر آدمی؟

جواب: قرآن کریم میں دو لفظ آتے ہیں۔ ابلیس اور شیطان۔ ابلیس کے معنی ہیں، خدا کی رحمت اور تعلق سے مایوس۔ جس میں کوئی خیر نہ پائی جائے۔ اور شیطان کے معنے ہیں خدا تعالیٰ سے دور ہونے والا اور دور کرنے والا۔ ہلاک ہونے والا اور ہلاک کرنے والا وجود۔ ملائکہ کے بالمقابل جو نیکی کی طرف کھینچنے والے مقناطیس ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بعض خبیث ارواح کو بھی پیدا کیا ہے جن کا نام شیاطین ہے۔ ان ارواحِ خبیثہ یا شیاطین کا سردار ابلیس کہلاتا ہے۔ پس ابلیس بھی ایک شیطان ہے۔ لیکن ہر شیطان ابلیس نہیں۔ اسی طرح انسانوں میں سے جو غیر مرئی ابلیس اور اس کے نائبین کے اظلال بن جاتے ہیں یعنی انہی کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں وہ بھی ابلیس یا شیطان کا نام پاتے ہیں۔ حضرت آدمؑ کے وقت میں انسانوں میں سے ان کے مخالف گروہ کا سردار، جو غیر مرئی ابلیس کا ظلِ کامل تھا اس کو بھی ابلیس کا صفاتی نام دیا گیا۔ اور اسی کے متعلق حضرت آدمؑ کو کہا گیا تھا کہ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى۔ کہ کہیں یہ ابلیس تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو جنت سے نکالنے کا موجب نہ ہو جائے۔ پس اس سے بچ کر رہنا۔ حضرت آدمؑ کو دھوکا دینے والا ابلیس نہیں تھا اور نہ اس سلسلہ میں قرآن کریم میں ابلیس کا ذکر آتا ہے۔ قرآن کریم میں اس کو شیطان کے لفظ سے موسوم کیا گیا ہے۔ وہ ابلیس کے گروہ میں سے کوئی منافق طبع معمولی آدمی تھا۔ جس نے اپنے آپ کو آدمؑ کا خیر خواہ ظاہر کیا اور حضرت آدمؑ اس کے دھوکے میں آ گئے۔ پس حضرت آدمؑ اپنے مدمقابل دشمنوں کے سردار ابلیس کے دھوکہ میں نہیں آئے بلکہ اس کے کسی معمولی کارندے کے دھوکے میں آ گئے اور اس منافق کی قسموں پر اعتبار کر لیا کہ یہ میرا خیر خواہ ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے وَقَاسَمَهُمَا اِنِّىْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ۔ کہ اس نے آدمؑ کے سامنے قسم کھائی کہ وہ ان کا خیر خواہ ہے۔

یہ دھوکا دینے والا اگر خود ابلیس ہوتا۔ تو حضرت آدمؑ اللہ تعالیٰ کی کھلی کھلی تعیین اور وضاحت کی وجہ سے ہرگز اس کی قسموں کا اعتبار نہ کرتے۔

پس ابلیس اور شیطان ملائکہ کے بالمقابل غیر مرئی وجود بھی ہیں اور اسی طرح سے انسانوں میں جو ان کے اظلال بن جاتے ہیں وہ بھی یہی نام پاتے ہیں۔ ہاں شیطانوں کے سردار کا نام ابلیس ہے۔

سوال: قرآن مجید میں رضاعت کے لئے ایک جگہ "حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ" کے الفاظ ہیں۔ اور دوسری جگہ حَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا کے الفاظ۔ تطبیق دیجئے۔

جواب: ایک جگہ قرآن فرماتا ہے وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ۔

پس رضاعت یعنی دودھ پلانے کی عمر تو دو سال ہی ہے حَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ والی آیت میں والدہ کے احسانات گنوائے ہیں۔ اور اس میں بتایا ہے کہ بچہ کو حمل میں رکھنے

اور دودھ پلانے میں والدہ نے کم از کم ۳۰ ماہ گذارے تھے
اس میں حمل کی کم از کم مدت کو جو ۶ ماہ ہے شمار کیا گیا ہے
کہ کم از کم یہ مشقت ۳۰ ماہ تک اسے اٹھانی پڑی۔ رضاعت
یہاں بھی دو سالی کی ہی ہے۔ پس کوئی اختلاف نہیں ہے۔

سوال:۔ عالم برزخ سے کیا مراد ہے۔ کیا نمرود اور
اور ابوجہل ابھی تک عذاب میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور ان
کا حشر نہیں ہوا۔ اس طرح تو پہلے گذرے ہوئے کفار کو
حشر تک لمبا عذاب گذارنا پڑے گا۔ جبکہ عین حشر سے قبل
کے کفار کو بہت تھوڑے وقت کے لئے عذاب جھیلنا ہوگا۔
نیز حشر سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ مرنے کے بعد سے لیکر قیامت تک کے زمانے
کو عالم برزخ کہتے ہیں۔ انسان کی روح اس عالم میں جس جگہ
رہتی ہے وہ اس کی قبر کہلاتی ہے۔ جو یا آگ کے گڑھوں
میں سے ایک گڑھا یا جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ
ہوتی ہے۔ یعنی جزوی طور پر جزا و سزا مرنے کے معاً بعد
شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن کامل جزا و سزا حشر اجساد کے
بعد روز قیامت کے گزرنے اور سوال وجواب ہونے اور
انعام محنت کے ظاہر ہونے کے بعد کامل طور پر جنت یا دوزخ
میں رہنے کے بعد شروع ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا۔

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا
وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ
الْعَذَابِ۔ قبر کا عالم یا عالم برزخ کی مثال نیند کی حالت
کی طرح سے ہے۔ حشر سے مراد یہ ہے کہ یہ ارواح روز حشر
ایک نئی پیدائش کی صورت میں لائی جائیں گی۔ اور انہیں
عالم برزخ کے زمانے سے بھی لطیف تر ایک اور جسم ملیگا۔
جو کامل طور پر جزا و سزا کو محسوس کرنے والا ہوگا۔ روز حشر کی
مثال عالمگیر وضع حمل سے ہے۔ جبکہ قبریں اپنے جنینوں کو
ایک نئی پیدائش کے ساتھ اسی طرح اگل دیں گی۔ جس طرح
اس دنیا میں وضع حمل ہوتا ہے۔ یہ حشر سب انسانوں کا اکٹھا
ہی ہوگا۔ اور اس کے لئے ایک وقت معلوم مقرر ہے۔ قبر
کا عذاب کسی کو لمبا اور کسی کو تھوڑا ملنے میں کوئی مضائقہ نہیں
تھوڑے وقت میں خدا تعالیٰ اس عذاب کی شدت کو زیادہ
کر کے اسے لمبے عرصہ کے عذاب کے برابر کر سکتا ہے۔ جیسے
۳۰ درجہ کی حرارت جو ۶۰ منٹ کے لئے ہو اس کی مقدار
۹۰۰ درجہ کی حرارت کی مقدار سے جو ایک منٹ کے لئے ہو۔ برابر ہے
پس اللہ تعالیٰ کے لئے مدت کی کمی و بیشی کوئی معنی نہیں رکھتی۔
(نوٹ:۔ عذاب قبر کے عرصہ میں کمی و بیشی کو وہ دوزخ
کے عذاب میں بیشی و کمی سے پورا کیا جا سکتا ہے۔ واللہ
اعلم بالصواب)

ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے مکرم
رانا مبارک احمد ایس۔ ڈی۔ او بہاولپور کو مورخہ ۱۸ ستمبر
۱۹۷۲ء کو تیسرا لڑکا عطا فرمایا ہے نومولود کا نام حضور
اقدس نے مقصود احمد تجویز فرمایا ہے۔ احباب دعا فرمائیں۔ کہ
اللہ تعالیٰ اس کو نیک صالح اور خادم دین بنائے۔

(اس خوشی میں مکرم رانا مبارک احمد صاحب نے مبلغ
دس روپے اعانت خالد کے لئے مرحمت فرمائے ہیں)

(مینیجر ماہنامہ خالد)

نمک

(مکرم چوہدری عبد الرحمٰن صاحب شاکر۔ ربوہ)

یوں تو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے بے شمار نعمتیں مہیا فرمائی ہیں مگر نمک ہماری زندگی کا نہایت اہم جزو ہے۔ جو امیر اور غریب سب کی صحت اور تمام چستی کو برقرار رکھنے کے علاوہ خوراک کو مزیدار بناتا ہے۔

عام نمک جس کا کیمیاوی نام سوڈیم کلورائڈ (NaCl) ہے۔ دو شکلوں میں ملتا ہے، یعنی چٹانی نمک کی صورت میں اور سمندری نمک کی صورت میں۔

چٹانی نمک وہ ہے جو قدرت نے پاکستان کو وافر طور پر عنایت کیا ہے۔ سمندری نمک سمندر کے کنارے ریت یا چھوٹی چھوٹی ڈلیوں کی صورت میں پایا جاتا ہے یا سمندر کے پانی کو آگ پر گرم کرکے جو تہ نشین مادہ رہ جاتا ہے وہ نمک ہوتا ہے۔ بھارت والوں کو چٹانی نمک میسر نہیں ہے چٹانی نمک عموماً بے رنگ ہوتا ہے، تاہم سرخ زردی مائل اور بھورے رنگ کا بھی عام طور پر ملتا ہے۔ وسط افریقہ۔ تبت وغیرہ ممالک میں یہ نمک بطور اعلیٰ تحفے کے پیش کیا جاتا ہے۔ یعنی ممالک میں زرِ مبادلہ کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

قدرت نے بحیرہ روم اور بحیرہ قلزم کے پانی میں نمک باقی سمندروں کی نسبت زیادہ رکھا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں سالٹ لیک سے نمک نکالا جاتا ہے۔ بھارت میں جھیل سانبھر یا چھوتا نہ سے بھی نکلتا ہے۔

رومی قوم کے عروج کے زمانہ میں سپاہیوں کو تنخواہ کے عوض نمک دیا جاتا تھا۔ اور اس کو اصطلاح میں salarium کہتے تھے آجکل انگریزی لفظ salary یعنی تنخواہ یا روزینہ اسی سے نکلا ہے۔

قدیم سے نمک دوستی کا ایک نشان سمجھا جاتا ہے الفاظ نمک حلال۔ نمک خوار، نمک پروردہ وغیرہ اسی سے نکلے ہیں۔ سورۂ ہود آیت ۶۹ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو مہمانوں کا ذکر ہے۔ جب حضرت ان کے لئے بھنا ہوا گوشت لے کر آئے تو انہوں نے نہ کھایا تو آپ ڈر گئے کہ یہ ہمارا نمک نہیں کھاتے کوئی دشمن ہی نہ ہوں۔ آخر ان مہمانوں نے واضح طور پر بتایا تو خوف دور ہوا۔ کیونکہ تمام دنیا میں یہ دستور ہے کہ اگر کسی شخص کے گھر کا نمک کھالیں تو پھر اس سے غداری یا بیوفائی کرنا صرف کمینوں کا کام ہے۔ ایسے ہی موقعہ پر فارسی محاورہ ہے کہ نمک خوردن و نمک داں شکستن۔

کوہستان نمک کھیوڑہ ضلع جہلم سے عرصۂ دراز سے نمک نکالا جارہا ہے اور یہ قدرتی خزانہ انشاء اللہ بہت دیر تک چلے گا۔ انگریزوں کی آمد کے وقت جس قدر نمک ایک دن میں نکلتا تھا اس پر دو پیسے (اسی زمانہ کے آج کے نہیں) فی من کے حساب سے رائلٹی اس بیوہ مسلمان عورت کو دی جاتی تھی جو دراصل اس خطہ کی مالکہ تھی اور اس کے بیٹے امیر کبیر ہوکر "راجہ" کہلاتے تھے مگر آہستہ آہستہ انگریز (جو بدعہدی میں مشہور ہیں) نے وہ رقم بند کردی اور اس کے

بیٹے غریب ہو کر انہی کانوں میں مزدوری کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

ہندوستان میں انگریزوں نے سمندری نمک پر بھی ٹیکس لگا دیا تھا۔ جس کے خلاف سب سے پہلے گاندھی جی نے آواز اٹھائی اور ڈانڈی علاقہ بمبئی جا کر مع اپنے ۸۰ ہمراہیوں کے نہ صرف سمندر کے کنارے پڑا نمک اٹھا لیا بلکہ وہیں پر سمندر کے کنارے چولہے پر پانی رکھکر اسے اڑا دیا اور نمک بنایا۔ گورنمنٹ نے اپنے رائج الوقت قانون کے ماتحت ان سب کو گرفتار کر لیا۔ تمام علاقہ میں لوگوں نے نمک سازی شروع کر دی آخر لارڈ ارون وائسرائے نے یہ قانون ختم کر دیا۔ انہی دنوں کسی نے یہ شعر لکھا تھا:

سب زخم جسم میرے شورِ جراحت سے بھر گئے
گاندھی پیتے نمک جو گئے جیل خانے میں

اسی زمانہ میں ایک ذہین لڑکے نے تاریخ کے پرچے میں گاندھی پر نوٹ لکھتے ہوئے یہ فقرہ لکھا تھا۔ کہ "یہ شخص اپنا نمک بنا کر کھاتا ہے"۔ [1]

جب انگلستان کے بادشاہ ہنری دوم کی دشمنی آرچ بشپ آف کنٹربری ٹامس بیکٹ سے حد کو پہنچ گئی تو اس نے ایک نمکین فقرہ کہکر اسے قتل کرا دیا تھا۔

Is there none of my servants who eat my salt to rid me of This turbulent priest?

اس پر چار شخص اٹھے اور جا کر بیکٹ کو کنٹربری کے گرجا کے اندر قتل کر آئے۔

جب ہمایوں کے ایک توپچی رومی خاں نے بغاوت کی اور وہ پکڑا گیا۔ تو بادشاہ کے پالتو طوطے نے اسے دیکھ کر کہا تھا "پھٹ پاپی رومی خاں نمک حرام"۔ یعنی تم نے اپنے آقا کا نمک کھا کر غداری کی ہے۔

۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد جب داغ دہلوی بے سروسامان ہو کر رام پور پہنچے۔ تو نواب کلب علی خاں نے ان کی بڑی قدر کی تو انہوں نے حق نمک ادا کرنے کے لئے مدح میں ایک مثنوی لکھی جس میں وہ لکھتے ہیں ؎

ہے عجب شہر مصطفےٰ آباد
اس کو رکھیو مرے خدا آباد
سب اسے رام پور کہتے ہیں
ہم تو آرام پور کہتے ہیں

اور آگے جا کر لکھتے ہیں ؎

گر نمک خوار حیلہ گر نکلے
تو نمک پھوٹ پھوٹ کر نکلے

جن دنوں سر عبدالقادر انڈیا کونسل کے ممبر تھے۔ انہوں نے جناب ابو الاثر حفیظ جالندھری کو لندن بلوایا۔ وہاں پر ایسے بے شمار ہندوستانی تھے۔ جو حسنِ فرنگ کے متوالے ہو کر وہیں کے ہو چکے تھے اور وطن کا نام نہ لیتے تھے۔ تو حفیظ نے ایک ایسی دلکش نظم لکھی جس کا عنوان ہے: "اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے"

اس میں ان لوگوں کو مخاطب کر کے لکھا کہ انگریزوں کا حسن بھی کوئی حسن ہے حسن وہی بہتر ہے جو ہندوستان میں پایا جاتا ہے ؎

اس حسن میں ہے ہلکا نمک بھی
مے کا نشہ بھی لطفِ گزک بھی

---

[1] یہ لڑکا آجکل ربوہ میں ایک معتبر ہستی ہے۔

اور اس شعر کا تو جواب ہی نہیں ہے ؎

معشوقِ بے نمک کو کوئی پوچھتا نہیں
حسنِ ملیح کے ہیں نمک خوار سینکڑوں

حافظ شیرازی نے بھی ایسے ہی حسن سے متأثر ہو کر کہا ہے کہ ؎

اے پیاسِ بے خجستہ چہ نامی فدیتُ لک
ہرگز سیاہ چردہ نہ دیدم بایں نمک
خوباں سزد کہ بردرتت آنند جملگی
وانگاہ خاکِ پائے تو بوسند یک بیک

اردو شاعری نے بھی نمک کو لازوال بنا دیا ہے مثلاً ذوقؔ!

دیں گے جاں بوسۂ لعلِ نمکیں پہ ہم بھی
جاں نثاری ہے اگر شیوہ نمک خواروں کا

جتنا ہے نمک سب مرے زخموں میں کھپاؤ
پلکوں سے اٹھا دے نہ ہاتھوں سے گراؤ

کہتے ہیں کہ قیامت کے دن نمک ضائع کرنے کا علیحدہ حساب ہوگا خدا کہے گا کہ اب پلکوں سے اٹھاؤ

فارسی محاورہ جو عام گفتگو میں استعمال ہوتا ہے

"ہر کہ در کانِ نمک رفت نمک شُد"

اور عربی کا محاورہ بھی ہے :-

المزاجُ فی الکلام کالملح فی الطعام

حلوائی کی دکان پر بے شمار مٹھائیاں ہوتی ہیں۔ مگر نمک پارولں کا اپنا ہی مقام ہے۔

ایک کہانی مشہور ہے کہ ایک راجہ کی سات بیٹیاں تھیں اس نے ہر ایک سے پوچھا تم کو مجھ سے کتنا پیار ہے۔ ایک نے کہا آپ اتنے میٹھے ہیں جتنا شہد۔ کسی نے کہا۔ قند کے برابر میٹھے ہیں اور ساتویں نے کہا۔ آپ مجھے نمک کی طرح پیارے ہیں

راجہ نے نمک کا نام سنکر اظہارِ ناراضگی کیا اور اسے گھر سے نکال دیا وہ جنگل میں چلی گئی وہاں کسی اور راجہ نے اسے دیکھکر شادی کر لی۔ آخر ایک دن اس کا باپ کہیں بھول کر ان کے ہاں جا نکلا۔ تو اس لڑکی نے سب کھانے میٹھے پیش کیے راجہ کہنے لگا کہ کوئی چیز نمکین بھی ہوتی تو اچھا ہوتا۔ اس پر وہ پردے سے نکلکر سامنے آگئی اور کہا۔ اب کہیں نمک یاد آیا ہے؟ راجہ نے اسے پہچان لیا اور بہت شرمندہ ہوا۔ اور پھر اس لڑکی سے صلح صفائی ہو گئی۔

جب اودھ کے آخری بادشاہ واجد علی شاہ کو انگریزوں نے مٹیا محل کلکتہ میں قید کر دیا تو اس گئی گذری حالت میں بھی حکم تھا کہ روزانہ ایک من نمک کا ٹکڑا منگوا کر اُسے اتنا دھویا کرو کہ اسکے اندر سے صرف ایک چھٹا نک کے برابر رہ جائے تو وہ ہمارے خاصہ میں استعمال ہو۔

نمک سے بے شمار محاورے بنے ہیں۔ نمک پاشی ہونا۔ نمک حلال نمک حرام حق نمک ادا ہونا دہلی میں مسجد فتح پوری شہر کے بیچ میں بڑی عالیشان مسجد ہے اس کے سامنے ایک حویلی نمک حرام کی حویلی کہلاتی ہے اس کا مالک سیٹھ بھوانی شنکر تھا جس نے اپنے آقا سے نمک حرامی کر کے یہ عظیم الشان حویلی بنوائی تھی۔ قدرت کا تماشا دیکھیں کہ بھوانی شنکر کو ایک حجّام نے حجامت بناتے ہوئے استرے سے شہ رگ کاٹ کر مار ڈالا۔

اور حضرت بیدم وارثی کا حسب ذیل شعر (جو انکے صاحبزادے مکرم محترم ایاز وارثی صاحب نے مجھے ایک خط میں بطور تبرک بھجوایا ہے) تو فی الواقع کانِ نمک ہے ؎

اے نمک پاش! تجھے اپنی ملاحت کی قسم ؛ بات تو جب ہے کہ ہر زخم نمکداں ہو جائے

آجکل جبکہ چینی کمیاب ہو گئی ہے صرف نمکین باتیں ہی کرتے چلا جانا بھی کچھ بد مذاقی ہو گی اسلئے ختم کرتا ہوں حقیقت یہ ہے کہ چینی اور نمک کا اپنا اپنا مقام ہے۔ فقط ؛

مکرم سیّد عبدالحی صاحب شاہ - ربوہ

وفات مسیح ناصریؑ — ایک اہم مسئلہ

(قسط ۱)

وفات مسیح کا مسئلہ جماعت احمدیہ کے لئے بنیادی اہمیت کا مسئلہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام کی وفات قرآن کریم اور احادیث، تاریخ اور قوانین فطرت سے ثابت نہ ہو تو عیسائیت سچی ہے اور اسلام جھوٹا مذہب ہے۔ پھر ہمیں عیسائیوں کا یہ دعویٰ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا کہ مسیح ابن مریم کو ایسے فضائل حاصل ہیں جو افضل الرسل حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل نہیں چہ جائیکہ کسی دوسرے انسان یا نبی کو حاصل ہوں۔ اور ہمیں یہ ماننا پڑے گا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام نہ ابن آدم ہیں نہ بشر۔ بلکہ اپنے اندر الوہی صفات رکھتے ہیں۔ یہ محض وہم اور بے بنیاد مفروضہ نہیں بلکہ جن لوگوں نے اسلامی ممالک میں عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے، وہ جانتے ہیں کہ عیسائی منّاد مسلمانوں کو اس مسئلے پر ہی پکڑ کر انہیں بپتسمہ لینے کے لئے آمادہ کرتے تھے۔ اور کرتے ہیں — اسی لئے کاسرِ صلیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیت کے ردّ میں وفاتِ مسیح کے مسئلہ کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ مسیح کو مرنے دو کہ اس میں ہی اسلام کی حیات ہے۔

مسئلہ وفات مسیح کی دوسری اہمیت یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کی بنیاد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے دعویٰ مسیحیت پر ہے۔ اگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے وفات نہیں پائی اور وہ اپنے مادی جسم کے ساتھ آسمان پر زندہ موجود ہیں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں مسیح کے زمین پر نازل ہونے کے متعلق جتنی پیشگوئیاں فرمائی ہیں ان کے اطلاق کا حق پھر عیسےٰ بن مریم علیہ السلام سے کوئی نہیں چھین سکتا — پھر کسی اور شخص کا دعویٰ مسیحیت یقیناً محلِ نظر ہے۔ اور کوئی انصاف پسند طبیعت اس موقف کی تائید نہیں کر سکتی کہ گو عیسیٰ بن مریم آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ لیکن ان کے نزول کی پیشگوئیاں حقیقت کی بجائے مجاز کا رنگ رکھتے ہوئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی ذات میں پوری ہوتی ہیں۔ اس لئے ہم برملا یہ اعتراف کرتے ہیں کہ اگر عیسےٰ علیہ السلام کی وفات ثابت نہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ سچا ثابت نہیں ہو سکتا۔

آجکل جب آپ کسی پڑھے لکھے مسلمان سے وفات مسیح کے متعلق بات کرنا چاہیں تو عموماً وہ آپ کو کہیں گے کہ ہمیں اس سے کیا کہ مسیح وفات پا چکا ہے یا زندہ ہے۔ اس طرح گویا وہ اس مسئلہ کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور غیر شعوری طور پر جماعت احمدیہ کے موقف کو صحیح قرار دینے کا اعتراف کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس مسئلہ کی بڑی اہمیت ہے۔ اسلام اور عیسائیت کے موازنہ میں

یہ مسئلہ بنیادی اہمیت رکھتا ہے اور احمدیت اور دیگر تمام اسلامی فرقوں کے درمیان یہی مسئلہ بنیادی ہے۔ اگر ایک غیر احمدی یہ ثابت کر دے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قرآن کریم سے ثابت نہیں تو مسئلہ ختم نبوت پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ اور صداقت مسیح موعود علیہ السلام پر تبادلہ خیال کرنے کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔

البتہ ایک سوال حل طلب رہ جاتا ہے کہ کیا صرف جماعت احمدیہ کو اس مسئلہ کی حقیقت کا پتہ لگا تھا۔ امت محمدیہ میں تیرہ سو سال تک کم و بیش جب تمام مسلمان — عوام اور خواص، عالم اور جاہل۔ حیات مسیح کے قائل رہے۔ تو کیا وہ قرآن کریم نہیں پڑھتے تھے۔ کیا انہیں ان احادیث کا علم نہیں تھا جو جماعت احمدیہ پیش کرتی ہے۔ اور کیا ان کو وہ نقصانات پہنچے جو اب جماعت احمدیہ حیات مسیح کے عقیدہ کے بیان کرتی ہے۔ اور اگر یہ ایسا ہی اہم مسئلہ تھا۔ تو کیوں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بھی اپنی زندگی کے قریباً پچاس سال تک اسی عقیدہ کے قائل رہے بلکہ براہین احمدیہ میں اس کا ذکر بھی کیا۔

جب ہم اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کرتے ہیں، تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتدائی تین صدیوں کو چھوڑ کر مسلمان عموماً حیات مسیح کے قائل تھے البتہ ہر زمانہ میں ہمیں ایسے بزرگ علماء کا وجود ملتا ہے جو وفات مسیح کے قائل تھے۔ تاہم چونکہ یہ اسلام کے عروج کا زمانہ تھا اس زمانہ میں اس مسئلہ نے عملاً امت کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ لیکن مسلمان ممالک کے سیاسی انحطاط کے دور میں جب صلیبی فتنہ نے سر اٹھایا۔ تو حیات و وفات مسیح کا مسئلہ بنیادی اہمیت اختیار کر گیا اور عقیدتاً حیثیت اور اسلام کی صداقت کے لئے یہ بنیادی معیار قرار پایا۔

پھر جب اللہ تعالیٰ کی مشیت نے صلیبی فتنہ سے اسلام کو بچانے کے لئے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی کو مسیح موعود کے مقام پر مبعوث فرمایا۔ تو اندرونی طور پر بھی اس مسئلہ کو اہمیت حاصل ہو گئی۔

اور گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں سر سید احمد خان اور چند دیگر مسلمان جنہیں عیسائی فتنوں کا مقابلہ کرنے کرنے کے لئے غور و فکر کرنا پڑا۔ اس نتیجہ پر ضرور پہنچے، کہ حیات مسیح کا عقیدہ صحیح اسلامی عقیدہ نہیں ہے، لیکن وہ اپنے علم سے اس نتیجہ پر پہنچے۔ اس لئے اس کی اشاعت کے متعلق انہوں نے وہ اہتمام نہیں کیا۔ جو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے مقدر فرمایا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر الہاماً وفات مسیح کے مسئلہ کی تصریح فرمائی اور فرمایا۔

> "مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے وکان وعد اللہ مفعولا۔ انت معی وانت علی الحق المبین انت مصیب ومعین للحق"
>
> (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۲/۵۶۱ سنہ ۱۸۹۱ء)

اب ہم اصل مسئلہ کی طرف آتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اگر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی وفات کا مسئلہ خصوصی طور پر قرآن کریم میں مذکور نہ بھی ہوتا۔ تو بھی جماعت احمدیہ کا موقف خدا تعالیٰ کی صفات سے زیادہ ہم آہنگ تھا۔

قوانین قدرت کے مطابق تھا۔ اور فطرت کا جو مشاہدہ انسان کر سکتا ہے اس کے مطابق تھا۔ خدا تعالے خود فرماتا ہے لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا (احزاب ۶۳) کہ تم خدا کی سنت اور قوانینِ قدرت میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے خدا تعالے خود فرماتا ہے۔ کہ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (عنکبوت ۵۸) کہ ہر جان موت کا مزہ چکھتی ہے۔ خدا تعالے فرماتا ہے۔ وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ (یٰس ۶۹) کہ ہم جس کو عمر دیتے ہیں اس کے جسم اور قویٰ پر وقت گزرنے کے اثرات پڑتے ہیں۔ اور وہ کمزور ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ (انبیاء: ۹) کہ ہم نے انسان کا جسم ایسا نہیں بنایا کہ وہ کھانا کھائے بغیر زندہ رہ سکے اور یہ تمام حقائق سائنس کے مطابق ہیں۔ ہمارے مشاہدے کے مطابق ہیں اور انسانی تاریخ ان کی تصدیق کرتی ہے۔

اور جماعت احمدیہ ان تمام اصولوں کو تسلیم کرتے ہوئے ہی یہ تسلیم کرتی ہے کہ تمام بنی نوع انسان جن میں عیسٰے علیہ السلام بھی شامل ہیں ان قوانین کے پابند ہیں اس لئے خواہ کوئی نبی ہو یا رسول۔ اگر وہ انسان ہے تو وہ ضرور ان قوانین کے مطابق موت کا مزہ چکھے گا۔ عمر بڑھنے کے ساتھ اس کے قویٰ مضمحل ہو جائیں گے۔ اور وہ علم اور عمل دونوں صلاحیتوں کو کھو بیٹھے گا۔ اسے زندگی کی بقا کے لئے کھانا بھی کھانا پڑے گا۔ اور وہ بغیر کسی مادی وسیلے کے آسمان پر بھی نہیں جا سکے گا۔۔۔ اگر عیسٰے علیہ السلام ان تمام امور سے مستثنیٰ ہیں تو وہ پھر بشر نہیں۔ اگر عیسٰے علیہ السلام ان تمام قوانین سے بالا ہیں تو خدا تعالے اس کا ذکر ضرور قرآن کریم میں فرماتا۔

پس مسئلہ حیات و وفات مسیح میں دلائل تو اس کو دینے چاہئیں جو عام قانون قدرت سے ہٹ کر بات کر رہا ہو۔ ثبوت تو اس فریق کو مہیا کرنے چاہئیں جو مسلّمات سائنس، تاریخ اور قوانین قدرت سے انحراف کر رہا ہو۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ دلائل کا مطالبہ ہم سے کیا جاتا ہے۔ ہمارا موقف مثبت ہے اور غیر احمدی بھائیوں کا موقف منفی ہے انہیں اس بات کا ثبوت مہیا کرنا چاہیئے کہ عیسٰے علیہ السلام کو یہ تمام خصوصیات استثنائی طور پر حاصل ہیں۔

تاہم ۔۔۔ چونکہ وفات مسیحؑ کے عقیدہ نے ایک زمانے میں اہمیّت حاصل کر لی تھی۔ اس لئے اللہ تعالے نے جو علام الغیوب ہے۔ قرآن کریم میں خاص طور پر عیسٰی بن مریم رسول بنی اسرائیل کی وفات کا تصریح کے ساتھ ذکر کیا ہے جبکہ دیگر مذکورہ انبیاء میں سے آدمؑ کی وفات کا ذکر نہیں نوحؑ کی وفات کا ذکر نہیں۔ موسٰیؑ۔ ہارونؑ۔ ابراہیمؑ اسماعیلؑ۔ یوسفؑ۔ یونسؑ کی وفات کا کوئی ذکر نہیں۔ کوئی تصریح نہیں۔ کیا ہم ان انبیاء کو وفات یافتہ مان لیں اور جس نبی کی وفات کا متعدد مقامات پر صراحت سے ذکر ہے اس کو زندہ مان لیں؟

اس تمہید اور پس منظر کے بعد اب میں صرف دو آیات کو لے کر ان کی تشریح کرتا ہوں۔

(۱) وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ۔

(آلِ عمران آیت ۱۴۰)

ترجمہ:۔ اور محمد محض ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے تمام

رسول گذر چکے ہیں پس اگر محمدؐ وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم اسلام چھوڑ دو گے؟

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی۔ جب جنگ اُحد میں کفّار کے عسکری دباؤ کے نتیجہ میں مسلمان تھوڑی دیر کے لئے پریشان ہو گئے تھے۔ اور یہ افواہ بھی اُڑ گئی تھی کہ حضور علیہ السلام شہید ہو گئے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ واقعہ تو یہ نہیں۔ لیکن اگر بالفرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شہید بھی ہو جاتے۔ یا طبعی طور پر وفات بھی پا جائیں تو کیا تم اسی بات پر اسلام چھوڑ دو گے؟ محمدؐ بھی تو اللہ کے ایک رسول ہی ہیں کیا ان سے پہلے تمام رسول وفات نہیں پا گئے کیا وفات پانا رسالت اور نبوت کے منافی ہے؟

اس آیت نے ایک تو اس نازک موقعہ پر مسلمانوں کو گمراہ ہونے سے بچایا۔ اور دوسرا موقعہ وہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات واقعہ ہو گئی اور صحابہ مارے غم کے دیوانہ ہو گئے۔ اور حضور کے عاشق صادق حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے تو فرطِ غم سے تلوار نکال لی۔ اور فرمایا کہ جو شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وفات یافتہ کہے گا میں اسے تہ تیغ کر دونگا اس وقت خدا تعالیٰ کی منشاء سے حضرت ابوبکر الصدیقؓ کھڑے ہوئے اور نہایت پُرشوکت الفاظ میں اس آیت کی تلاوت کرنے کے بعد فرمایا۔ من کان یعبد محمدًا فان محمدًا قد مات۔ کہ جو شخص محمدؐ کی عبادت کرتا تھا اسے یہ علم ہونا چاہیئے کہ وہ محمدؐ تو واقعی وفات پا چکے ہیں ـــ البتہ جو خدائے واحد کی عبادت کرتے ہیں تو ان کو معلوم ہو کہ خدا زندہ ہے۔ اس آیت کی تلاوت اور اس استدلال سے صحابہ ہوش میں آ گئے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ یہ آیت آج نازل ہوئی ہے۔ اور حیرانی ہوئی کہ اس آیت کے ہوتے ہوئے مجھے کیا ہو گیا تھا۔ کہ میں حضورؐ کی وفات پر یقین نہیں کرتا تھا۔

آپ سوچئے۔ کہ عیسےٰ علیہ السلام کو بھی قرآن کریم نے صرف رسول کا درجہ دیا ہے۔ اگر وہ واقعی زندہ ہوتے اور معجزانہ طور پر چھ سو سال سے آسمان پر بغیر کھائے پئے زندہ ہوتے۔ اور صحابہ کرام اس عقیدہ سے آگاہ بھی ہوتے۔ تو کیا یہ آیت اور یہ استدلال ان کی تسلی کر سکتا تھا۔ کیا وہ یہ نہ کہتے کہ عیسےٰ بھی تو ایک رسول تھے وہ کیوں زندہ ہیں؟ مگر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی متعدد تصانیف میں تحریر فرمایا ہے۔ صحابہ کو کسی ایسے عقیدے کا ہرگز کوئی علم نہ تھا۔ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی امامت میں سب سے پہلا اجماع اس بات پر ہی کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے سے پہلے تمام اور ـــ بلا استثناء تمام رسولوں کی طرح وفات پا چکے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یہ دلیل جو حضرت ابوبکرؓ نے گذشتہ نبیوں کی وفات پر پیش کی کسی صحابی سے اس کا انکار مروی نہیں۔ حالانکہ اس وقت سب صحابی موجود تھے۔ اور سب سُنکر خاموش ہو گئے اس سے ثابت ہے کہ اس پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا تھا۔ اور صحابہ کا اجماع حجت ہے جو کبھی ضلالت پر نہیں ہوتا۔"

(تریاق القلوب صفحہ ۲۸۵ حاشیہ)

مذکورہ بالا آیت میں الرسل کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہوتے ہیں تمام کے تمام رسول۔ اس کو اصطلاح میں

ال استغراق عرفی کہتے ہیں۔ جیسے ہم کہتے ہیں الحمد للہ۔ تمام تعریفیں بغیر ایک کے استثناء کے بھی اللہ کے لئے ہی ہیں۔ اسی طرح الرسل میں تمام کے تمام رسول مراد ہیں اگر عیسےٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کا یہاں ضرور ذکر کیا جاتا۔ اور دلیل کو مضبوط بنانے کے لئے ان کے زندہ رکھے جانے کی کوئی وجہ بیان کر دی جاتی۔

یہاں کہا جا سکتا ہے کہ یہاں تمام رسولوں کے وفات پا جانے کے الفاظ نہیں۔ بلکہ خلا کا لفظ ہے جس کے معنی گذر جانے کے ہوتے ہیں۔ یہ تو درست ہے کہ یہاں خلا کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مگر محاورہ میں اس کے معنی وفات پا کر گذر جانے کے بھی ہوتے ہیں۔ انگریزی میں بھی Passed away کے معنی محض گذر جانا نہیں بلکہ وفات پانا مراد ہوتے ہیں۔ کسی بھی عربی لغت کو اٹھائیے۔ اس میں خلا کے معنے آپ کو وفات کے ملیں گے۔ یہ عذر صرف غیر عرب ممالک خصوصاً ہند و پاکستان میں ہی پیش کیا جاتا ہے عربوں کو اس محاورہ کی سمجھ ہے۔ وہ اسے کبھی پیش نہیں کرتے۔ لسان العرب۔ اقرب الموارد۔ تاج العروس۔ جیسی بنیادی عربی لغات میں خلا فلانٌ کے معنی مات یعنی وہ مر گیا کئے ہیں۔ خود قرآن کریم میں یہ لفظ بیسیوں مقامات پر وفات پانے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے:۔

۱۔ تلک اُمّۃ قد خلت۔ (البقرہ: ۱۳۵)

۲۔ قد خلت من قبلھا اممٌ۔ (الرعد: ۳۱)

۳۔ فی اممٍ قد خلت من قبلھم۔ (الاحقاف: ۱۹)

۴۔ سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل۔ (الاحزاب: ۳۹)

(باقی اگلے شمارہ میں)

تقرر مجلس عاملہ

برائے سال ۱۳۵۳-۵۴ ہش
۱۹۷۴-۷۵ء

مجلس خدام الاحمدیہ کا نیا سال یکم نومبر سے شروع ہو چکا ہے۔ جملہ قائدین مجالس سے گذارش ہے۔ کہ نئے سال کے لئے اپنی عاملہ جلد تجویز کر کے صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی خدمت میں منظوری کے لئے بھجوا دیں۔

نوٹ:۔ جب تک نئے عہدیداران کی منظوری مرکز سے نہ موصول ہو۔ پہلے عہدیداران اپنے شعبہ کا کام کرتے رہیں۔

(معتمد خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

سالِ نو کا آغاز

۱۔ سالِ نو کا آغاز فہرست ہائے تجنید کی تکمیل سے کیجئے۔

۲۔ قائدین کرام اور زعماء کرام خدام الاحمدیہ تجنید کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگا سکتے ہیں کہ مکمل تجنید دیگر تمام شعبہ جات کے لئے بنیاد کا کام انجام دیتی ہے۔

۳۔ کوشش فرمائیں کہ کوئی خادم حلقۂ تجنید سے باہر نہ رہے۔

والسلام
خاکسار عبد المجید مہتمم تجنید
خدام الاحمدیہ مرکزیہ

بے نفسی اور احساس کمتری میں فرق

(از مکرم فضل الرحمٰن صاحب بسمل بی۔اے۔بی۔ٹی)

عموماً دیکھا گیا ہے۔ کہ بعض لوگ کسی شخص کی سادگی بےنفسی اور اس کے صبر کرنے کو احساسِ کمتری پر محمول کرتے ہیں۔ یہ سراسر غلط ہے۔ سادگی، بے نفسی اور صبر اعلیٰ درجہ کی خوبیاں ہیں۔ اور احساسِ کمتری ایک عیب ہے۔ اس میں مبتلا شخص بزدل ہوتا ہے۔ وہ ہر کام میں الجھن محسوس کرتا ہے۔ بار بار رائے بدلتا ہے۔ اور ہمیشہ اپنے کئے پر بچھتاتا ہے۔ اُسے اطمینان اور سکون میسّر نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ بعض اوقات اس سے ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں جو نامناسب ہی نہیں بلکہ شنیع بھی ہوتے ہیں۔ نتیجۃً اسے اکثر شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔

اس کے برعکس سادہ بے نفس اور صابر انسان اپنے کردار پر مطمئن ہوتا ہے۔ وہ ہر کام شعور کے ساتھ کرتا ہے اور مستقل مزاج ہوتا ہے۔ ہمیشہ اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کرتا ہے۔ قائداعظم جیسے اچھے سیاسی لیڈر عموماً اور مذہبی رہنما خصوصاً اس امر میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔

فخر موجودات سرورِ عالم سیّدنا حضرت خاتم الانبیاء رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب کفار نے شدید مظالم کے مقابلہ پر بھی آپ کو بالکل جھکتے نہ پایا۔ تو دولت، عزت، حکومت، عورت ہر چیز کی پیشکش کی۔ مگر آپ کے پائے ثبات میں ذرا لغزش نہ آئی بلکہ فرمایا۔

"میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے پر چاند بھی لا کر رکھ دو تو بھی مَیں توحید کی تبلیغ سے باز نہیں رہ سکتا"۔

اللہ اللہ کتنا عزم بالجزم ہے۔ حضور اپنے حلقہ بگیروں کو بھی جرأت دلاتے تھے۔ اور وہ بخوشی مظالم برداشت کرتے تھے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اسی طرح دشمن کی چیرہ دستیوں کو فضلِ ربّی خیال کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ "مخالفت نہ ہو تو ترقی بھی نہیں ہو سکتی"۔

ڈاکٹر اقبال نے بھی راہِ حق میں مخالفت کو رحمت بیان کیا ہے۔ ان کے فارسی اشعار کا ترجمہ اردو شعروں میں ہے ؎

تیرا دشمن بھی تو تیرا خیر خواہ و یار ہے ٭ اسکی ہستی تیرے حق میں رونقِ بازار ہے
تیری فطرت کو جگاتا ہے وہ لطف خواب سے ٭ ساز یہ بیدار ہوتا ہے اسی مضراب سے

حقیقت یہی ہے کہ سخت مخالفت کے بعد ہی ترقی ہوتی ہے کسی انگریز دانا کا قول ہے There is pitch dark before the dawn.

طلوعِ فجر سے پہلے سخت اندھیرا چھا جاتا ہے۔

موجودہ دورِ تشدد میں خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ نے احباب جماعت احمدیہ کو صبر کرنے اور ظلم کا بدلہ احسان سے دینے کا ارشاد فرمایا ہے حضرت مسیح موعود بھی فرماتے ہیں ؎

گالیاں سُن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو ٭ رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

اور احباب جماعت کو تلقین فرماتے ہیں ؎

گالیاں سُن کے دعا دو پا کے دکھ آرام دو ٭ کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔۔۔۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

۔۔۔ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود ۔۔۔

خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النّاصِر

اس کے بدلے میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو

نیا سال مبارک ہو

مکرمی ومحترمی!

السّلامُ علیکم ورحمۃُ اللہِ وبرکاتُہٗ

خدا تعالیٰ کے فضل واحسان اور اس کی دی ہوئی توفیق سے یکم نومبر ۱۹۷۴ء سے ہمیں اپنے نئے سال ۱۳۵۳-۵۴ ہش / ۱۹۷۴-۷۵ء کے آغاز کی توفیق مل رہی ہے۔ تمام بھائیوں کو نیا سال مبارک ہو۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر سلسلہ کی انتھک خدمت کرنے کی توفیق بخشے اور ہماری حقیر کوششوں کو محض اپنے فضل سے نوازے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اس نئے سال میں اپنا کام نئے عزم۔ انتہائی اخلاص اور قربانی کے بے پناہ جذبہ سے سرشار ہو کر اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے شروع کریں۔ تاکہ ہمارا قدم پہلے کی نسبت آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے۔ امسال مرکزی مالی امداد میں گزشتہ سال کی نسبت بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ تاکہ مرکز ان تمام عظیم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکے۔ جو کہ مجلس کے نظام کو چلانے کے لئے ضروری ہیں۔

شعبہ مال کے سلسلہ میں چند گزارشات پیش ہیں:۔

۱۔ شعبہ مال کے کام کو بہتر طور پر کرنے کے لئے باقاعدگی بہت ضروری ہے۔ خدام بھائیوں سے امید رکھتا ہوں کہ وہ ہر ماہ باقاعدگی سے اپنا چندہ ادا کرتے رہیں گے۔ اور قائدین وناظمین ان سے ہر ماہ چندہ وصول کرتے رہیں گے۔

۲۔ چندہ سالانہ اجتماع بھی ساتھ ساتھ ادا کریں۔ تاکہ آخر پر دقّت پیش نہ آئے۔

۳۔ اطفال بھی چندہ جات کی ادائیگی کی طرف خصوصی توجہ دیں۔

۴۔ (۱) ایوانِ محمود" کی تکمیل کے لئے چند اہم اور ضروری اخراجات باقی ہیں۔ جس کے لئے خدام بھائیوں سے بھرپور تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ چندہ مجلس کے ساتھ ساتھ اس کی ادائیگی بھی فرمائیں۔

(۲) جن احباب نے تعمیر ہال کے ۔/۳۱۳ کے وعدہ جات کئے ہوئے ہیں اور ابھی تک یہ وعدہ جات پورے

نہیں کئے ان احباب سے درخواست ہے کہ وہ جلد وعدہ پورا فرمائیں۔

۵- (ا) جن قائدین کرام نے ابھی تک بجٹ تشخیص کروا کر نہیں بھجوایا۔ وہ جلد از جلد بلا تاخیر بھجوا دیں۔

(ا) جن مجالس کی ۳۰ نومبر ۱۹۷۴ء تک گذشتہ سال کی ادائیگی سو فیصد ہو جائیگی ان مجالس کو بھی سندِ امتیاز جاری کر دی جائیگی۔ غیر معمولی حالات کی وجہ سے یہ خصوصی رعایت دی گئی ہے۔

بالآخر دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو صحیح معنوں میں کام کرنے کی توفیق بخشے اور ہماری مساعی میں اپنے فضل سے برکت دے۔ آمین۔

والسلام

خاکسار شیخ مبارک احمد

مہتمم مال خدام الاحمدیہ مرکزیہ۔ ربوہ

الوداع

امسال مجلس خدام الاحمدیہ کے مندرجہ ذیل خدام بھائی یکم جنوری ۱۹۷۵ء سے انصار اللہ میں شامل ہو رہے ہیں۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے انہوں نے اپنے عرصۂ قیادت میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں ہم ان سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزا دے اور آئندہ بھی بے لوث خدمات کی توفیق بخشے۔ آمین۔

۱- مکرم چوہدری منیر احمد صاحب ایم اے۔ آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک لمبا عرصہ خدام الاحمدیہ سے منسلک رہے تین مئی ۱۹۵۱ء کو آپ مہتمم اطفال الاحمدیہ مرکزیہ مقرر ہوئے اور اکتوبر ۱۹۵۲ء تک یہ خدمت سرانجام دیتے رہے پھر مجلس خدام الاحمدیہ گجرات شہر اور ضلع گجرات کے قائد کی ذمہ داری آپ کے سپرد رہی کچھ سال قیادت علاقہ راولپنڈی کی ذمہ داری کو بھی انجام دیا اور قائد ضلع کیمبل پور بھی رہے۔ اب جب آپ انصار اللہ میں جا رہے ہیں قیادت ضلع گجرات کی ذمہ داری آپ کے پاس تھی۔

۲- مکرم میاں سعید احمد صاحب ناصر۔ آپ کا خدام الاحمدیہ سے قدیم تعلق رہا ہے۔ آپ مجلس خدام الاحمدیہ لائلپور شہر میں بطور ناظم۔ نائب قائد اور قائد مجلس خدام الاحمدیہ کام کرتے رہے۔ گذشتہ سال آپ نے قائد مجالس خدام الاحمدیہ ضلع لائل پور کے طور پر نمایاں کام کیا۔

۳- مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب۔ میرپور آزاد کشمیر:-

آپ لمبا عرصہ خدام الاحمدیہ سے منسلک رہنے کے بعد انصار اللہ میں شامل ہو رہے ہیں۔ آپ کو بطور قائد مجلس کوٹلی۔ قائد ضلع میرپور اور قائد علاقہ آزاد کشمیر خدمات سرانجام دینے کا موقع ملا۔ اب بھی آپ قائد ضلع میرپور آزاد کشمیر تھے۔

December, 1974
Monthly KHALID Rabwah
Regd. No. L 5830